

مین ہر پندت مذکور نے دید و قرآن کا مقابلہ کر کے قرآن مجید پر دید کو ترجیح دی تھی، مولانا موصوف نے اس رسالہ میں پندت موصوف کے دلائل کار و کیا ہے اور قرآن مجید کو دید پر ترجیح دی ہے، مولانا موصوف مناظرات کے استاد ہیں اور اس رسالہ کو بھی اپنے دلائل و مناظرانہ رنگ میں تالیف کیا ہے یہ کتاب کا حصہ اول ہے جو ۴۴ صفحوں میں آیا ہے جو ۱۲ ربیع ثانی ۱۳۸۵ء میں تمام رسالے دفتر المحدث امرتسر کے پتہ پر ملیں گے۔

چینی اور جاپانی افسانے، مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب سروری، ایم اے ایل ایل بی ناشر مکتبہ ابوالہیہ ایشیئن روڈ حیدر آباد، ۱۷ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۹ روپے

مکتبہ ابوالہیہ کے زیر اہتمام ڈینا کے شاہکار افسانے کا جو سلسلہ شائع ہو رہا ہے، اس کا یہ ساتواں حصہ ہے، مولوی عبدالقادر صاحب سروری نے جناب محمد افتخار الدین اور میر خواجہ معین الدین صاحبان کی اعانت سے مرتب کیا ہے اس میں چین اور جاپان کے چند مختصر افسانوں کا ترجمہ ہے مرتب کا بیان ہے کہ بہترین قصوں کے انتخاب کی کوشش کی ہے لیکن نہیں معلوم کیا افسانے براہ راست ان زبانوں سے لائے گئے ہیں یا انگریزی سے ترجمہ ہیں۔

ضحاک، مترجم جناب اختر شیرانی، ناشر پنجاب اردو اکادمی لاہور ۸۲ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت ۸ روپے

جناب اختر شیرانی نے کسی دوسری زبان سے اسکو اردو میں منتقل کیا ہے، اس میں ضحاک کے افسانے کو درجہ کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے مترجم نے کوئی دیا چہ نسلک نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا کہ مصنف کتاب جناب سامی بسوط رسالہ ن میں لکھا ہے عجیب کیا کہ یہ فارسی زبان کا افسانہ ہو، کیونکہ مقدمہ میں شاہنامہ کی تاریخی حیثیت کو در نماز مکتبہ نے کے بعد افسانہ ضحاک کو اپنے نظریے سے تاریخی استناد دینے کی کوشش کرنا، اس کے عجیبیت کو ظاہر کر رہا ہے، تاریخ و افسانہ دو جدا جدا چیزیں ہیں، اس لئے کسی ڈرامے کے مقدمہ میں کسی افسانہ کی تاریخی حیثیت پر بحث ایک غیر متعلق سی بات ہے، الا یہ کہ مترجم کو اپنے تعلق میں مصنف کے دعویٰ کی تصدیق کی ذمہ داری پڑی ہو، لہذا چاہئے کہ مترجم نے افسانہ ضحاک کی تاریخی حیثیت پر بحث کی ہو، لیکن اس میں وہ بھی غلط ہے، مولوی نے اپنی ادبی طرز پر لکھنے کے علوی ہیں اور یہی غلط تحریر اس میں بھی نمایاں ہے۔

جلد سبب دوم
ماہ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ماہ جون ۱۹۶۴ء
عدد ۴

مضامین

شذرات	سید سلیمان ندوی،	۴۰۲-۴۰۷
حضرت ابو ہریرہؓ	مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی فریق دارالین	۴۰۸-۴۱۱
چین میں اشاعت اسلام	مولوی عبدالقدوس صاحب ہاشمی ندوی سبب ندیم گیا	۴۱۲-۴۱۵
قدیم اردو بول چال	"ع ز"	۴۵۲-۴۵۶
ہندوستان میں اسلام پر عیسائی نقطہ نگاہ	"ع ز"	۴۵۷-۴۵۹
ایرانی فنون کی نمائش	"ع"	۴۵۹-۴۶۰
مکتوبات محمد علی	مولانا محمد علی مرحوم	۴۶۱-۴۶۷
اخبار علیہ	"ع ز"	۴۶۸-۴۷۱
"منو چار"	"س"	۴۷۲-۴۷۵
"کی زبان ہمالی"	"ع"	۴۷۶-۴۷۷
مطبوعہ جدیدہ	"ع"	۴۷۸-۴۸۰

محاسن میلاد کا تحفہ

ابا کثر میلاد کی سٹری مجلسوں میں مولانا سید سلیمان ندوی کے خطبات مد اس پڑھے جاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو آٹھ تقریروں میں اس طرح مدلل دکھایا ہے کہ مجلس پر تاثیر کی کیفیت چھا جاتی ہے بہت لوگ ان تقریروں کو زبانی یاد کر کے رتہ نبوی کے بڑے ہر دلعزیز مقرر ہو گئے ہیں، قیمت ۱۰ روپے، "میں پھر"

شعریہ

ہر علم و فن اور شعبہ کے مشاہیر اسلام کی سب سے مفصل اور متم با نشان کتاب خطیب بغدادی المتوفی ۳۲۳ھ کی تاریخ بغداد ہے۔ لیکن اول تو اس کا نسخہ بہت کمباب اور دوسرے کسی کتب خانہ میں ادسکی پوری جلدین بہت کم ملی ہیں علم اُس کے دیدار کے ہمیشہ مشتاق اور طالب رہتے تھے اب یہ خبر کس قدر خوشی اور مسرت کیساتھ سنی جائیگی کہ مصر کے ایک مطبع نے پوری کتاب ہم پہنچا کر بڑے اہتمام سے اسکی اشاعت کا اعلان کیا ہے پوری کتاب چار ہزار آٹھ سو صفحوں میں تمام ہوگی اور بارہ جلدوں میں منقسم ہوگی اسوقت تک اسکی دو تین جلدیں نکل چکی ہیں اور ارادہ کیا گیا ہے کہ ہر مہینہ میں اسکی ایک ایک جلد مطبع سے نکلتی رہے اسکی ہر جلد کی قیمت ۱۲ روپے ہوگی مطبع نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ جو صاحب ابھی اپنا پورا زرخندہ بیٹگی ادا کرین ان کو سٹے میں پوری کتاب مل جائیگی ہندوستان میں اس کے ایجنٹ شرف الدین کتب فروش بھنڈی بازار دہلی ہیں شائقین ان کے ذریعہ اپنی فرما بھیج سکتے ہیں

انگلستان میں سال ایرانی مضمون کا جو عظیم نشان غایت ہوئی تھی اس سے ایرانی مصل کے اوز اور اسلامی تمدن کی حیرت انگیز مثالیں دنیا کے سامنے آئیں صرف ایک قارئین بانی کو لیجئے تو اسپر انگریزی میں اتنا بڑا متعدد کتاب بن گئی اور چھاپی گئی ہیں پرشیا نام ایک اور کتاب انگریزی میں لکھی گئی ہے جو حسین قبل از اسلام عہد سے لیکر آج تک کے ایرانی فن کی تاریخی پیمائش کی گئی ہے حسب ذیل کتابیں ایران سے تعلق حال میں چھپی ہیں۔

۱۔ دی پرشینس (اہل ایران) از سرڈینی من راس،

۲۔ پیننگ (ان اسلام) اسلام میں نقش و تصویر (از سر تھامس آرنلڈ)

۳۔ بیلوگر یعنی آن پرشیا (تصفیفات متعلقہ ایران) (از سر آرنلڈ) فی ویسٹن۔

۴۔ دی پرشین گلف (خلیج فارس) شروع سے بارہویں صدی عیسوی تک کی ایران کی مختصر تاریخ، از سرڈینی

۵۔ پرشین لیر پیر (ایرانی ادبیات) از لیون ری،

یہ تمام کتابیں بیوزک کمپنی، گریت رسل اسٹریٹ لندن سے ملینگیں۔

اس سلسلہ میں ایک قدیم قلمی معنور شاہنامہ فردوسی کی عکسی اشاعت ہوئے بڑی تقطیع پر نہایت عمدہ پرانے نستعلیق نسخہ کا عکس لیکر چھپ رہا ہے اس کے شروع میں ۹۱ صفحوں کا مقدمہ ہوگا جو حسین اس نسخہ کی تاریخ شاہنامہ اور اس کے مصنف پر مباحثہ شاہنامہ کے دیباچہ پر تبصرہ اور افسانوں کی تخیل کی تفصیل ہوگی اصل نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی ملکیت ہے اس میں ۲۴ مرتبے بھی شامل ہونگے اسطورہ و تاریخ پر پریس میں زیر طبع ہے۔

ہماری زبان میں قرآن پاک کی قرأت اور اس کے فنی اصول پر ایک کتاب لکھی گئی تھی جناب قاری ابو محمد محمدی لاسلام متا پانی پتی ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں اس کتاب نے سر

سبعہ قرآن نام سے اردو میں ایک نہایت بسیط و مستند کتاب اس فن میں لکھی اور چھپائی ہے شروع میں ایک تہہ منوعہ قرآن پاک کے آراء قرأت کے تعلیمی مرکزوں اور اس کے مستند شیوخ کے تاریخی حالات پر ایک اور تہہ جو حسین قرأت کے امور متعلقہ پر کافی بحث ہے اور قرأت کے ائمہ اور مشہور رواۃ اور صاحب تصانیف بزرگوں کے مختصر حالات اور بارہویں صدی ہجری تک کی اس فن کی تصنیفات پر تبصرہ ہے پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے ۲۰ بابوں بسم اللہ سے لیکر تک کے تمام مسائل پر محققانہ مباحثہ ہے ابھی صرف ایک جلد چھپی ہے دوسری کا انتظار ہے مطبوعہ جلد کے غیر مجلد نسخہ کی قیمت ۱۲ روپے ہے جلد کی ۱۲ روپے

قسم خاص کی ہے مصنف سے پانی پت ضلع کرناں محلہ انصار سے ملیگی ہیکو شائقین سے امید ہو کہ وہ مصنف کی حوصلہ افزائی کر کے دوسری جلد کی جلد اشاعت کا سامان ہم پہنچائیں گے۔

کالی کٹ (مطبوعہ) ہے ایک اسلامی رسالہ "بود و بود کوکم" نام ملیباری زبان میں چھپتا تھا، جس میں معارف کے مضامین کے ترجمے اکثر شائع ہو کر آتے تھے، اب اسکا ادارہ کالی کٹ سے جنوبی ملیبار کے شہر پٹی کل کو منتقل ہو گیا لیکن مالی دقتوں کے سبب سے بفضل اسکی شاعت رک گئی جو مگر اسی دفتر سے "نصار الاسلام" نام رسالہ نکلتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سال کو مسلمانانِ ملیبار کے حق میں مفید و بابرکت کر دے،

شام کے مشہور مسلمان اہل قلم امیر شکیب ارسلان نے فرانسیسی زبان میں "لانا سیون عرب" (تمدنِ عرب) کے نام ایک اسلامی رسالہ نکالنا شروع کیا ہے، جس میں عربوں کے علوم و فنون و تمدن پر دلچسپ مضمون چھپتے ہیں رسالہ مذکور نے ابھی حال میں اٹلی کے ان مظالم کی فہرست شائع کی ہے، جو وہ طرابلس الغرب کے مسلمانوں پر کر رہی ہے آج یورپ کو اپنے عدل انصاف اور اخلاق و تمدن پر بڑا ناز ہے، لیکن اگر اسکے ایک ایک ملک کے ان مظالم کی تاریخ لکھی جائے جو وہ اپنے مفتوح ملک پر کرتا رہا ہے اور کر رہا ہے تو شاید جنگیر و ہلاک کے کارنامے بھی اس کے آگے گرہو جائیں، یورپ کی اصلی تاریخ وہ نہ ہوگی جو آج لکھی جا رہی ہے، بلکہ وہ ہوگی جو کل لکھی جائیگی، فرانس، تونس، اور الجزائر میں اور اسی طرح اسی سال سے جس خونی زبیری کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں اور جس آزادی کو اپنے لیے استبداد پر رکھتے ہیں، اسکو دوسری قوموں سے چھیننے کے لیے جس شرمناک طریقوں کو کام میں لاتے ہیں وہ عیسائیت کا نہیں انسانیت کا ننگ مار ہے، اور ہم میں کہ ابھی تک یورپ یورپ کی آواز لگا رہا ہے

ہمارے ایک فاضل دوست مولانا یعقوب بخش راغب بدایونی، جنکو اپنے بزرگوں سے ترکین بہت سی نایاب کتابیں ہاتھ آئی ہیں ان میں عربی ریاضیات کا ایک نایاب مجموعہ بھی ہے اسکو اردو انگریزی ترجموں کے ساتھ و شائع کرنا چاہتے ہیں یہ رسالہ مشہور مسلمان فلاسف قطب الدین شیرازی کے ہاتھ کے لکھو مشہور مسلمان ریاضی دان محقق طوسی کے تصحیح کیے ہوئے ہیں اہل علم ان رسائل کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں ان رسائل کی فہرست ذیل ہے

۱۔ ایستقلات و اس کا رسالہ "مطلع" جو ۱۹۶۱ء کا لکھا ہوا ہے

۲۔ اقلیدس کا رسالہ "ظاہر و ظہر" فلک

۳۔ ثاؤدوسیوس کا رسالہ "ایام و لیالی"

۴۔ طولوقس کا رسالہ "طلوع و غروب"

۵۔ اسطرفس کا رسالہ "جرم نیرین"

۶۔ ارشمیدس کا رسالہ "ماخوذات"

۷۔ ثابت بن قرہ کا رسالہ "معروضات"

۸۔ بنو موسیٰ کا رسالہ "مساحتہ اشکال بسطہ و کریہ"

۹۔ محقق طوسی کا رسالہ "علم مثلث"

ان میں سے پہلا رسالہ وہ عکس سے چھپوا رہے ہیں، ان رسالوں اور ان کے مصنفوں کے ناموں کے اندازہ ہوگا کہ ابھی ویسے میں مسلمانوں کے علمی کارناموں کے کتنے خزانے گم نامی کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں ہر سال شاید لاکھوں کی تعداد میں ہر مطبع میں قرآن پاک کے نسخے چھپتے ہیں مگر تجارتی سلیس اور نفع اندوزی کے جذبہ کا براہو کہ جس قدر زیادہ قرآن چھپتے جاتے ہیں، اوتنے ہی زیادہ غلط اور زیادہ بے پروائی سے چھپتے ہیں، مدت سے اسکی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ قرآن پاک کو کوئی عمدہ مستند، صحیح اور خوبصورت اڈیشن چھپے، مصر کی حکومت نے پانچ چھ برس ہوئے اپنے سرکاری اہتمام سے اس قسم کے نسخے چھپوائے ہیں، سرکار نظام نے بھی چند پاروں کا اہتمام کیا، ہندوستان میں انجمن حیات اسلام لاہور تمام مسلمانوں کے شکر کی مستحق ہے کہ اس غریب انجمن نے بادشاہوں کے کرنے کے جو کام

تھے، ان کا بوجھ خود اٹھالیا، اور ساتھ ستر ہزار روپے خرچ کر کے اسرائیل علم کے مشورہ اور رائے سے قرآن
ایک با ایک سٹائیکن صحیح عمدہ خوبصورت، اور مستند اڈیشن چھاپنے کا اہتمام کیا، اور عمدہ خطا کا عکس لیکر اس
دیر و ریزی اور محنت کیساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا کہ اس نے اعلان کیا ہے کہ اس میں ایک زیر زبری
کھانے والے کو بھی فی غلطی ایک اشرافی انعام ملے گا، حسن خط، حسن صحت اور حسن صورت کیساتھ سا
برقم کی معنوی خوبیاں بھی اس میں جمع کی گئی ہیں، ہر حرف اپنی جگہ پر اور ہر اعراب اپنے محل پر ہے، آیتوں پر نمبر
لکھے گئے ہیں، عمدہ کاغذ اور عمدہ جلد کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، حوالے کی سہولت کے لیے متعدد فہرستیں دی گئی ہیں
قیمت قسم خاص اعلیٰ درجہ کے کاغذ، سنہرے کناروں اور چرمی نعلی جلد کے ساتھ عشرہ قسم اول سفید اعلیٰ دلائی
کاغذ پر سے کی نفیس جلد، رقم دوم چمکا دیسی کاغذ پر سے کی جلد، رقم سوم بھی چمکا دیسی کاغذ پر سے
دلے انجمن مذکور کے اس کام میں امداد کا ثواب بھی حاصل کر سکیں گے،

— — — — —

کلکتہ مسلم تحریک (نوجوانان اسلام کی انجمن) کا دستور عمل ہمارے پاس بھی آیا ہے، اور اخبار و
میں بھی چھپ چکا ہے، اہمول و قواعد سب اچھے، مقاصد بہت بلند، لیکن ہم کو نہیں معلوم کہ اس بقیہ کے پیچھے
عمل کو کہاں تک کامیابی ہوئی ہے، نوجوان مسلمانوں کے خیال و دماغ میں جو تنظیمی اور تفکری کو کاہن نشو و
نما پارہی ہیں، وہ کتاب مستقبل کا نہایت خوش آئند دیباچہ ہیں، مگر یہ حقیقت کار کون سے مخفی رہ ہوگی کہ دنیا
قول سے نہیں عمل سے بنتی ہے، ایک کارکن شخصیت جو اخلاص اور ایثار کے پورے جذبہ کے ساتھ کام کرے وہ
بالآخر پوری جماعت کو فتح کرے گی، اور کامیابی کے ساتھ ایک پوری مخلص جماعت اپنی آپ بنالگی، اگر یہ نہیں تو
کچھ نہیں، آفتاب ہر روز دنیا کو روشن کرتا ہے، مگر ماؤ خشب کا نور کے دن چمک سکا،

— — — — —

کانگریس کی موجودہ تحریک کے زیر اثر مسلمانوں میں مختلف ناموں سے خدام اور رضا کار اور دانیال کا

قیام ہو رہا ہے، لیکن ہم کو یہ افسوس کے ساتھ نظر آتا ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں خدمتگذاری، منظم ضبط و نظم
اور مخلصانہ فداکاری کا جذبہ اب تک پیدا نہ ہوا، ظاہری نمائش، بھڑکدار وردیاں، کلابتون، زرد دوزی، کلا
انور، کلاہ پہلوی، کلاہ افغانی، نشان و علم کا شوق زیادہ ہے، اور خدمت کا جذبہ کم، حالانکہ دراصل سنا
سے سادہ کپڑوں میں بہتر سے بہتر خدمت کا دلولہ چاہیے، ہمارے والنیز کو رومن میں سے ہر ایک کو اپنی
وردی، اپنی پوشاک، اپنی وضع اور سج دھج اور اپنے نشانات سے انور اور رضا خان اور امان اللہ
کا دعویٰ ہوتا ہے، مگر وہ بھولے ہوئے ہیں کہ جہاں ظاہر ہے، باطن نہیں، اور جہاں باطن ہے، ظاہر کی
احتیاج نہیں، عزیزو! روح آراستہ کرو، جسم نہیں، باطن سنوارو، ظاہر خود سنور جائیگا، حسن معنی پیدا کرو،
رنگ و بو نہیں، ایمان، ہمت، شجاعت، نظم، اطاعت، محبت، استقلال پیدا کرو، تو دنیا خود تمہارے
سامنے تمہاری تعظیم کو جھک جائیگی، اسلام کو اپنی بلندی کے لیے تمہاری سیرت درکار ہے، صورت
نہیں، تمہاری روح چاہیے تمہاری وردی نہیں، نظم و ضبط کا سررشتہ چاہیے، زرد دوزی اور
کلابتون کے سنہرے دھاگے نہیں،

ہمارے بہت سے دوستوں اور عزیزوں کو ہماری یہ گزارش، تلخ معلوم ہوگی، لیکن اخلاص
کا تقاضا ہے کہ جو دل میں ہے وہ زبان پر آئے، اس سے ان فداکاروں کی تحقیر نہ نظر نہیں جو حقیقی
جذبہ سے لبریز ہو کر اپنے آپ کو وقف ملک و ملت کر رہے ہیں، بلکہ یہ کہنا ہے،
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔

سفر حجاز

جناب مولانا عبد الماجد صاحب دیابادی کے قلم سے سفر حجاز کی دلکش و روح پرور روداد جو ساتھ ہی
اس مقدس سفر کیلئے ہر قسم کی مناسب ہدایتوں اور ضروری فقہی مسکون پر مشتمل ہے، قیمت ۱۰۰ "فیجر"

مقالہ حضرت ابوہریرہؓ پر گستاخانہ جرح

(۲)

از مولوی شاہ حسین الدین احمد ندوی رفیق المصنفین

ہمارے حق گو تاقدا س دو کوب کا فرضی مقدمہ قائم کر کے جسکی حقیقت واضح ہو چکی اگلے چل کر یہ نتیجہ پیدا کرنا
ہیں کہ ابوہریرہؓ کو شاید یہ ماریا تھی کہ جب ان سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسے ہی
بے باکی سے حدیثیں بیان کرتے تھے، تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ مجھے درے سے پیٹ ڈالتے۔

دیانتدارانہ قدرے اس نتیجہ میں بھی اپنی قدیم عادت بدلیس سے کام لیکر اس مقدمہ کی صوت بالکل بجاڑی
اور ٹھکانا کار تجا ہی طرح کے بجائے اسی باکی کے ناظرین کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہو اس بدلیس سے پردہ ہٹانے
کیلئے پچھلے ایک مختصر سی تجویز میں لینی چاہئے، یہ ایک سلسلہ حقیقت ہو کہ اسلامی قوانین اور شرعی مسائل کی تشریح کا دار مدار
زیادہ تر احادیث نبوی پر ہے، اسلئے خلفاء راشدینؓ کے عہد میں جبکہ خلافت الیہ کی تشکیل ہو رہی تھی نئے نئے مسائل اور قوانین
کے قدم قدم پر احادیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و عملی تصریحات کی ضرورت پیش آتی تھی، اور چونکہ خلفاء راشدینؓ کا
فیصلہ اسلامی قانون بنی تھا، اسلئے احادیث کی صحت کی پوری تحقیق اور جابجائی کی سخت ضرورت تھی، تاکہ کسی مشتبہ حدیث
کی بنیاد پر کوئی قانون نہ بنے پائے، اس خطرہ سے بچنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حدیث کے رد و قبول کیلئے خاص خاص قوانین
بنادیتے تھے اور احادیث بیان کرنا ان پر خاص خاص پابندیاں عائد کر دی تھیں اس موقع پر اسکی تفصیل
کی ضرورت نہیں ہو، اسلئے ہم یہاں صرف چند شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں،

سرخیل محدثین حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:-

حضرت عمرؓ نے اس وقت کہ صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں انکو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کریں اور تاکہ لوگ حدیث میں مشغول ہو کر حفظ قرآن سے غافل نہ ہو جائیں، اور خطبہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ جب
عمرؓ نے ہم لوگوں کو عراق روانہ کیا تو تھوڑی دور تک خود مشایعت کو نکلا اور کہا تمکو معلوم ہو میں کیوں تمھاری مشایعت کرتا
ہوں، لوگوں نے جواب دیا کہ ہماری عزت افزائی کیلئے فرمایا، یا ہاں اسلئے ساتھ بغرض بھی ہو کہ تم لوگ ایسے لوگوں میں جاؤ جو
جسکی آواز شہد کی ٹھکی کی بھینجنا ہے کبھی طرح قرآن پڑھنے میں کوتاہی رہتی ہے تم انکو حدیثوں میں نہ بھینسا لینا، قرآن میں
آمیزش نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کرو میں تمھارا شریک ہوں چنانچہ جب قرظہ وہاں پہنچے اور لوگوں نے اس
کہا کہ حدیث بیان کیجئے تو انھوں نے جواب دیا کہ عمرؓ نے حکم منع کیا ہے، ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ عمرؓ کے زمانہ میں
بھی اسی طرح حدیثیں بیان کرتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ اگر میں ایسا کرتا تو وہ مجھے دسے سے دسے احضرت عمرؓ نے میں انخاص اس
ابوہریرہؓ اور ابوسوفیہ انصاری کو قید کر دیا اور کہا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کرتے ہو، تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۷
ذکرہ بالا اقباس حدیثوں کے بارہ میں حضرت عمرؓ کی احتیاط کا اندازہ ہو گیا ہوگا، لیکن اس سے نہ سمجھا جائے کہ انھوں نے
مطلق حدیثوں کا دروازہ بند کر دیا تھا، انہیں وہ احادیث قبول کئے تھے، لیکن تائیدی شہادتوں کے بعد
ایک مرتبہ سقط یعنی مسدس پہونچا اگر کسی عورت کے حمل گرائیے گا مقدمہ پیش ہو احضرت عمرؓ کو اس کے متعلق
کوئی علم نہ تھا، آپ صحابہؓ سے مشورہ کیا، مغیرہ بن شعبہ نے اس کے متعلق ایک حدیث بیان کی احضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر
تم سچے ہو تو گوہی لاؤ چنانچہ محمد بن مسلم نے مغیرہ کے بیان کی تصدیق کی اور حضرت عمرؓ نے اس بیان پر فیصلہ کیا،
(تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵۷)

منوعہ
اسکی زنا

اسی طرح حضرت عباسؓ نے ایک معاملہ میں ایک حدیث پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے اسکی تصدیق میں شہادت
طلب کی اور جب متعدد انصاری اسکی تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمکو چھوٹا نہیں سمجھتا تھا، لیکن اپنے
اطمینان کے لئے ثبوت چاہتا تھا (ایضاً)

مشہور ائمہ کے ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری حضرت عمرؓ کے پاس گئے آپ کسی کام میں مشغول تھے ابو موسیٰ نے تین مرتبہ سلام کیا، لیکن حضرت عمرؓ نے کوئی توجہ نہ کی تیسری مرتبہ کے بعد ابو موسیٰ واپس چلے گئے کام سے فراغت کے بعد حضرت عمرؓ نے انکو بلا بھیجا اور واپس جانے کا سبب پوچھا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین مرتبہ اجازت مانگنی چاہئے، اگر اس کے بعد بھی نہ ملے تو لوٹ جانا چاہئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس شہادت لاؤ ورنہ سزا دوں گا، چنانچہ ابو موسیٰ نے شہادت پیش کر کے جان بچائی ابی بن کعب انصاری نے اعتراض کیا کہ ابن خطاب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے لئے عذاب نہ بنو، آپ نے جواب دیا، سبحان اللہ میں نے ایک بات سنی تھی، اس کی تصدیق کرنا چاہتا تھا، (یہ واقعہ سلم کتاب الاستبذان میں کئی طریقوں سے مروی ہے)

ان تمام واقعات تفصیلات اور شہادتوں کے بعد ابو ہریرہؓ کے اس جواب کا کہ "وہ مجھے درسے مارتے" منشا و مقصد خود واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ انھیں جھوٹا سمجھتے تھے، اس لئے ابو ہریرہؓ ان کی مارے ڈرتے تھے، یا وہ حضرت عمرؓ کے اصول و قوانین کے خوف سے روایت کرنے میں احتیاط کرتے تھے، کہ وہ ہر حدیث کے لئے شہادت کہان تلاش کرتے پھرتے، بہت سی باتیں آنحضرت ﷺ نے ان سے ایسے وقت میں فرمائی ہوں گی جب کوئی دوسرا موجود نہ رہا ہو گا، اس پر وہ کہان سے شہادت پیش کرتے، اس کے ساتھ یہ بھی پیش نظر ہے کہ ابو ہریرہؓ کا کل وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بسر ہوتا تھا، اور وہ آپ کے خلوت و خلوت کے انیس تھے، جب تمام صحابہؓ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے، اس وقت بھی ابو ہریرہؓ خدمت نبویؐ سے علیحدہ نہ ہوتے تھے، ایسی صورت میں انھوں نے سیکڑوں حدیثیں عام صحابہؓ کی غیر حاضری میں سنی ہوں گی،

اور اگر اس کے بعد بھی حضرت ابو ہریرہؓ کے کذب ہی پر اصرار ہو تو پھر آنحضرت ﷺ کے علم محترم حضرت عباسؓ، ابو سعیدؓ، فقید العصر ابو موسیٰ اشعریؓ، امام الانصار ابو ذرؓ، انصار بن جابرؓ، امیر المومنینؓ

ابن مسعودؓ کے متعلق کیا فتویٰ ہے جن سے حضرت عمرؓ نے شہادت طلب کی تھی اور جنہیں بعضوں کو روایت کرنے کے جرم میں قید کر دیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے سخت قوانین کے مقابلہ میں بڑے بڑے صحابہؓ حدیث بیان کرنے میں جھجھکے اور خوف کھاتے تھے، لیکن اس سے نفوذ باقدان پر کذب و دروغ کا الزام نہیں لگایا جاتا حضرت عائشہؓ کے بیان میں نہیں ہمارے فاضل ناقد اور محقق لغوی نے ابو ہریرہؓ کی تکذیب اور انکی مرویات کی عسری دانی کا ثبوت تضعیف میں ابن عمرؓ اور عمرؓ کے علاوہ تیسری مخالفانہ شہادت میں سلم سے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے، وہ روایت یہ ہے، عروہ بن زبیر سے روایت ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا تم تعجب نہیں کرتے ابو ہریرہؓ میرے حجرے کے ایک طرف بیٹھے حدیث بیان کرنے لگے رسول اللہ ﷺ سے، میں سن رہی تھی لیکن میں تسبیح پڑھتی تھی، اور قبل اس کے کہ میں ان کو ٹوکوں اور انکی تردید کروں، وہ میرے فارغ ہونے سے پہلے ہی چل دیے، اگر میں انکو پاتی تو اسکا رد کرتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح حدیثیں بیان نہیں کیں، جس طرح تم بیان کرتے ہو، ولعمریہ میں ۱۰ حدیثیں کسب و کد کر۔

ہمارے محترم ناقد نے حسب عادت اس روایت میں بھی تدلیس سے کام لیکر الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے حدیث کا مفہوم بالکل بدل دیا، حضرت عائشہؓ انکی احادیث کی تردید نہیں، بلکہ انکے انداز بیان اور طرز گفتگو کی تردید کرنا چاہتی تھیں، اور نہ صرف انکی بلکہ تمام حاضرین کی،

مذکورہ بالا روایت میں پہلی تدلیس یہ ہے کہ لپیٹ میں "سرد" کا ترجمہ ہی، جبکی صحت پر اس روایت کے مفہوم و منشا کے سمجھنے کا دار مدار ہو گا، دوسری تدلیس یہ ہے کہ بیان "پر حدیث" کے اصطلاحی معنی نہیں بلکہ لغوی معنی "باتیں" اور گفتگو امراد ہے، کہ یہ اصطلاح عہد صحابہؓ میں موجود نہ تھی، تیسری تدلیس یہ ہے کہ "کہہ" ضمیر جمع کا ترجمہ "تلاوگ" کے بجائے واحد "تم" کر کے مغالطہ دیا گیا ہے، حالانکہ اس مغالطہ سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ "کہہ" سے تنہا ابو ہریرہؓ سے خطاب نہیں ہو سکتا، کیونکہ اولاً وہ موجود نہ تھے، اس لئے حاضر کی ضمیر انکے لئے استعمال نہیں ہو سکتی تھی، دوسرے اگر وہ تنہا امراد ہوتے تو "کہہ" خطاب ہوتا نہ کہ "کہہ" اس جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلاوگ

کی طرح جلدی اور مسلسل باتیں نہ کرتے تھے، جبکہ ترجمہ غایت دیانت داری سے یہ کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح حدیثیں نہیں بیان کیں جس طرح تم بیان کرتے ہو۔

اگر ہم اسے فاضل ناقد الفاظ سے اس جملہ کا صحیح ترجمہ نہیں سمجھ سکتے تھے تو مطالعہ اگر وسیع ہوتا تو شامل کی اٹھا کر دیکھ لیتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت سے لے کر اس جملہ کا منشا واضح ہو جاتا وہ حدیث یہ ہے،
عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ما کان رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی تھیں رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ کے طور پر گوئی، صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح اس طرح مسلسل اور جلدی جلدی میں حاصل محفوظ جلسہ الیہ۔
گفتگو نہ فرماتے تھے، بلکہ آپ نہایت واضح اور جدا جدا گفتگو

فرماتے تھے کہ پاس بیٹھنے والا یاد کر لیتا تھا،

اس روایت سے "سرد حدیث" کے معنی پورے طور پر واضح ہو گئے،

اب سخت سے بھی اسکی تصدیق کر لیجئے صاحب بحار الانوار جبکہ لغت احادیث کے الفاظ کے معنی اور اسکی تشریح میں مستند ترین مانا جاتا ہے، لکھتے ہیں کہ لکھنے والے صلی اللہ علیہ وسلم میری حدیث سے دُعا کا مطلب یہ ہے کہ آپ بے دُپے مسلسل اور جلدی جلدی گفتگو فرماتے تھے یعنی آپ کی گفتگو ایسی مسلسل نہ ہوتی تھی کہ ایک بات کے بعد فوراً ہی دوسری بات اس طرح فرماتے کہ اس کے سمجھنے میں التباس ہوتا بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر سننے والا اسکو گننا چاہتا تو اسکو گن سکتا تھا، اسی "سرد الصوۃ" یعنی مسلسل بلا تاخیر روزہ رکھنا (بحار الانوار ج ۲ ص ۸۸ نو لکھتوری)

ان دونوں ثبوتوں کی حقیقت واضح ہو گئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی تردید نہیں کرنا چاہی تھی بلکہ ان کے ساتھ اور حاضرین کا انداز گفتگو اور طرز تکلم کی تصحیح فرمانا چاہتی تھیں کہ یہ لوگ جلدی جلدی باتیں کرتے تھے جبکو سننے والا ابھی طرح سمجھ نہ سکتا تھا اور نہ پوری طرح محفوظ رکھ سکتا تھا، اور اس تردید کا منشا یہ تھا کہ باتیں کرنے والے باتیں کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق گفتگو کا لحاظ رکھا کریں تاکہ سننے والا ان کو ابھی طرح سمجھ کر محفوظ رکھ سکے،

مضمون کا دوسرا حصہ

یہاں تک مضمون نگار کے اس حصہ مضمون کا جواب تھا، حسین انھوں نے ابوہریرہ کی شخصیت یا ذاتیات پر نقد فرمایا تھا، آئندہ طور میں باقی حصہ کا جائزہ لینا ہے اس حصہ کو انھوں نے مختلف اجزاء پر تقسیم کیا ہے، ان میں سب سے اہم حصہ وہ ہے، حسین انھوں نے حضرت ابوہریرہ کی وہ روایات نقل کی ہیں، جن سے ان کے وہم میں ابوہریرہ کی تکذیب یا کم از کم انکی مرویات کی تضعیف ہوتی ہے باقی اجزاء میں ابوہریرہ کی اسرائیلیات اور آثار قیامت اور مشین گوئیوں کی حدیثیں نقل کر کے ان پر تنقید کی ہے،

ناقد علام نے اس حصہ میں بھی اپنی دیانت، حدیث فہمی، عربی دانی، اور دوسرے علمی کمالات کے ایسے ایسے نادر نمونے پیش کئے ہیں کہ کوئی ذوق سلیم رکھنے والا دودھے بغیر نہیں رہ سکتا، بیان کی تندرستی، علمی ادب عربی سے ناواقفیت یا غرض انکا کوئی ایسا جوہر نہیں ہو چکا انھوں نے بازار نقد میں پیش کیا ہوا فاضل مضمون نگار پہلے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ابوہریرہ کی کثرت روایت نہایت شک و شبہ کی نظر سے دیکھی جاتی تھی، پھر اس کے ثبوت میں وہ ان کی مشتبہ روایتیں نقل کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(۱) ابوہریرہؓ نے ایک بار حدیث بیان کی کہ قسم ہے کہ رب کی یہ بات کہ جو کوئی صبح کرے جنابت کی حالت میں نہ افطار کرے، میں نے نہیں کہی بلکہ محمد صلعم نے کہی اس پر ابی بکر بن عبد الرحمن نے کہا کہ میرے باپ تو اس روایت سے انکار کرتے ہیں اور ہم دونوں حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کے پاس گئے، اور عبد الرحمن نے ان سے پوچھا تو دونوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کو حالت جنابت میں صبح ہو جاتی تھی، اور پھر روزہ رکھتے تھے اور جنابت بغیر احلام کے ہوتی تھی، ابی بکر نے کہا کہ پھر ہم مروان کے پاس گئے، اور عبد الرحمن نے ان سے ذکر کیا، سو مروان نے کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ اور ان کی بات کا جواب دو، پھر ہم ابوہریرہؓ کے پاس آئے اور ابو بکر ان سب باتوں میں حاضر تھا، اور ذکر کیا عبد الرحمن نے تو ابوہریرہؓ

نے کہا کہ ان دونوں بیویوں نے یہ فرمایا تم سے انھوں نے کہا ہاں، تو انھوں نے کہا بے شک وہ اور لوگوں سے زیادہ جانتی ہیں، پھر ابو ہریرہؓ نے اس قول کی نسبت فضل بن عباس سے کی اور کہا کہ میں نے یہ بات فضل سے سنی تھی، اور اقرار کیا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔

ناقد کی پوری نقل کردہ روایت انھیں کی صحیح و صحیح اردو میں ناظرین کے سامنے پیش کر دی گئی، اس کو پڑھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کرے گا کہ آخرین ابو ہریرہؓ کا فضل بن عباسؓ کی طرف منسوب کرنا اسی وقت ان کی تکذیب کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے، جب اس روایت کا پہلا حصہ یعنی ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا صحیح مان لیا جائے کہ یہ بات میں نے نہیں بلکہ رسول اللہؐ نے کہی۔

لیکن ناظرین کو حیرت ہوگی کہ یہ کھڑا خالص مدس ناقد کے دماغ کا اختراع ہو چکا ہوگا اس سے ابو ہریرہؓ کی تکذیب کی عمارت قائم کرنی تھی، اس لئے انھوں نے سنگ بنیاد کے طور پر اس کو وضع کر دیا، مسلم کی روایت میں کہیں اسکا نشان تک نہیں ہے، جس ٹکڑے کا انھوں نے یہ ترجمہ کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں، عن ابی بکر قال سمعت ابوہمیرۃ یقول فی قصصہ من ادس کہ، لا یفجر جنبا فلا یصم، یعنی ابو بکرؓ راوی ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جائے وہ روزہ نہ رکھے۔

اس روایت میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ ابو ہریرہؓ اس حکم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے مدعی تھے کہ ان پر یہ الزام عاید ہو سکے کہ پہلے انھوں نے رسول اللہؐ سے سن لیا دعویٰ کیا، پھر عائشہؓ اور ام سلمہؓ کے انکار پر خود بھی منکر ہو گئے، اور کہہ دیا کہ میں نے فضل سے سنا تھا، آپ ابو ہریرہؓ کو وضع حدیث کہتے ہیں، لیکن ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر؟

واقعہ کی صورت جیسا کہ خود روایت سے ظاہر ہو رہی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ فتویٰ (حدیث

یا روایت نہیں، فضل بن عباس سے قبول کر کے، اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، لیکن جب حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ نے اپنے صحیح علم کی بنا پر اس فتویٰ کی صحت سے انکار کیا، تو ابو ہریرہؓ نے بھی اس سے رجوع کر لیا، اس ٹکڑے کو آپ اڑا گئے کہ اس حدیث (فخرج ابوہمیرۃ عما کان یقول فی ذالک مسلم ج ۱ ص ۱۳۳) اس رحبت سے ابو ہریرہؓ کی کوئی تکذیب نہیں ہوتی، بلکہ ان کی قیامت ظاہر ہوتی ہے، کہ پہلے چونکہ یہ فتویٰ انھوں نے ایک صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم سے سنا تھا اور انکے علم پر انھوں نے اعتبار کیا تھا، اس لئے وہ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے، لیکن جب رواج مطہرات نے جھکا بیان اس باب میں فضل سے زیادہ مستند تھا، اسکی تردید کی تو پھر انھوں نے اس سے رجوع کر لیا، اس قسم کا رجوع تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی کرتے تھے، یہ ہمارے محقق ناقد کی دیانت کی ادنیٰ مثال ہے، ترجمہ کی جو غلطیاں ہیں انھیں میں نے عمدتاً نظر انداز کر دیا ہے، مستویٰ سے رجوع کو روایت سے رجوع سمجھ لینا، اس عہد کے مجدد کی خوش فہمی کی کتنی اچھوتی مثال ہے، جن لوگوں کے علمی بساط کا یہ عالم ہو زمانہ کی بوجھ و کھجور کہ زمانہ بھر کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں (۲) دوسرے ثبوت بن فرطہؓ ہیں (ذہان کی تہذیب و طلب ہے) کہ جب ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث بیان کی تو عبد اللہ بن عمرؓ نے خوب آڑے ہاتھوں لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کتابا لیکھا بجز زبیرؓ کے کتے کے یا شکار یا کھیت کے اس کے ثواب میں ہر روز کھانا ہوگا، زہری نے کہا ابن عمرؓ سے ذکر ہوا کہ ابو ہریرہؓ اپنی روایت میں کھیت کے کتے کو مستثنیٰ کرتے ہیں، تو انھوں نے کہا رحم کرے اللہ ابو ہریرہؓ پر البتہ وہ کھیت دے تھے، معلوم نہیں سخن شناس ناقد اس روایت کے کس جملہ سے ابن عمرؓ کا آڑے ہاتھوں لینا اخذ کرتا ہے، حالانکہ ابن عمرؓ تو ابو ہریرہؓ کی روایت کے اضافہ کو قبول کر کے اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ بجز زبیرؓ کے کتے کے یا شکار یا کھیت دے تھے اس لئے کھیت کے کتے پالنے کا حکم انھیں زیادہ معلوم ہوگا، اس کی تصدیق اس طرح ہوئی ہے کہ خود ابن عمرؓ کی روایت میں بھی انھوں نے آپ کے بقول ابو ہریرہؓ کو آڑے ہاتھوں لینا

زراعت کا کتا شامل ہو، عن ابی الحکم قال سمعت ابن عمر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال من اتخذ کلبا الا کلب سحر سحر او غنیرا و صید بنقص من اجہا کل یوم قیرا ط مسلم
رج اول ص ۶۶ مصر اس کے بارہ میں کیا ارشاد والا ہو، کیا ابن عمر بھی نفوذ باللہ ایسے ہی جھوٹے تھے
تو پھر سچا کون تھا؟

(۳) تیسری جگہ فرماتے ہیں ایسا ہی جب ابو ہریرہ نے یہ حدیث بیان کی جو شخص کسی جنازہ
میں شریک ہوتا ہو اسکو ایک قیرا کا ثواب ملتا ہو، اور قیرا کا وزن ایک پہاڑ کے برابر ہو تو ابن عمر نے
سکر کہا ابو ہریرہ کو حدیث بیان کرنے کی عادت ہو؟

ابو ہریرہ کو تو نہیں، لیکن ہمارے اس عرانی سیاح اوزگردستان کے تماشائی کو ضرورت دلیس اور
غلط فہمی سمجھنے کی عادت ہو آپ نے اکثر علینا کا ترجمہ حدیث بنا ٹکی عادت ہے کیا، اور کر کے ابو ہریرہ کے
خلاف پیش کر دیا حالانکہ اکثر علینا کا مطلب جیسا کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہو یہ ہو کہ ابو ہریرہ ہم
لوگوں کو بہت سے احکام بتاتے ہیں، یا انھوں نے یہ حدیث بیان کر کے ہمارے لئے بہت زیادہ اجر
حاصل کئے کا موقع ہم پہونچا دیا یہ بھی واضح رہے کہ اس حدیث پر حضرت عائشہؓ کی نہر تصدیق بھی
ثبت ہے چنانچہ جب ابن عمر کو حضرت عائشہؓ کی تصدیق معلوم ہوئی تو انھوں نے افسوس کیا کہ ہم
اس حکم کی ناواقفیت کی وجہ سے ثواب کے بہت سے قیرا کھو دیئے (مسلم ج اول ص ۵۰ مصر)

(۴) اس کے بعد ارشاد ہوتا ہو حدیث میں ان کی بیشتر وہ روایتیں ہیں جو مکہ کے زمانہ کے واقعات
ہیں، ظاہر ہے کہ وہ براہ راست اس کے راوی نہیں ہو سکتے، مگر انھوں نے کتابیات (۹) میں اس
شخص کا نام نہیں لیا ہو جس سے انھوں نے سنا ہو، اور طرہ یہ کہ اسکو ایجا و بندہ ہی کر دیتے ہیں، مثلاً
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ کوئی تم میں سے کھڑا ہو کر پانی نہ پئے ابو سعید انس نے بیان کیا ہو، اگرچہ
ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہو، مگر ابو ہریرہ نے اپنی روایت

میں کہا اور چند جگہ اور بڑھا کر اسکو مضحکہ خیز بنا دیا یعنی انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کی کہ جو
بھوسے سے پی لے وہ تھے کر ڈالے بظاہر ہے کہ ایسا لغو اور مہمل علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہو سکتا۔

اس سچے پیچ اعتراض پر میری گزارش ہو کہ تو محض ایک قیاسی سوچ ہو کہ ابو ہریرہ کی بیشتر وہ روایتیں ہیں جو مکہ کے
زمانہ کے واقعات ہیں، اگر آپ سچے تھے تو آپ نے اس کے ثبوت میں ایک ہی دو واقعے نقل کر دیئے ہوتے
میرا دعویٰ ہے کہ انھوں نے براہ راست کوئی اس قسم کی روایت نہیں کی، اگر کھڑے ہو کر پانی پینے
کی ممانعت کی روایت آپ ثبوت میں پیش کرتے ہیں تو یہ محتاج دلیل ہو، کہ آپ نے یہ بات قیام مکہ کے
زمانہ میں فرمائی تھی، تنہا آپ کے ادعا سے اس کے کلی حکم ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، تاریخ اسلام کا
مبتدی بھی جانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کے ۱۳ سالہ مساعی اکثر توحید کی دعوت اور پند و موغلت
تک محدود تھے،

ناقد کا یہ کہنا بھی بے معنی ہے کہ یہ روایت ابو سعید انس سے مروی ہو، اس لئے ابو ہریرہ نے
خواہ مخواہ انھیں سے نقل کی ہو، احادیث میں ایک ایک روایت کے معلوم نہیں صحابہ میں کتنے کتنے
راوی ہوتے ہیں، اور سب براہ راست، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، لیکن آج تک کسی
نے ان پر یہ اتہام نہیں لگایا، کہ وہ ایک دوسرے سے سکر اپنے سماع کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
منسوب کر دیتے ہیں،

قر کر ڈالنے کے ٹکڑے کے اضافہ کا الزام بھی محض معترض کا بے دلیل دعویٰ ہو، اس کا کیا ثبوت
ہے کہ یہ ٹکڑا ابو ہریرہ کا اضافہ ہو، جبکہ خود حضرت انسؓ کی روایت میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر
پانی پینے پر تنبیہ فرمائی ہو (مسلم ج ۲ ص ۱۸۵) یہ کوئی دلیل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کا مہمل حکم
نہیں دے سکتے تھے، جبکہ یہ مسلم ہو اس قسم کے احکام نہ واجب ہوتے ہیں نہ فرض بلکہ انکی حیثیت آداب ستھنہ
کی ہوتی ہو اسی لئے انکی خلاف ورزی پر کوئی وعید اور سزا نہیں ہو ایسی صورت میں ممانعت کی کیا

کے لئے اگر یہ کہا گیا تو چاہتے کہ تے کر ڈالے، تو اس سے مقصود واقعی تے کرنا نہیں ہے، بلکہ محض تاکید ہے اور وہ صرف آپ کے لفظی ادعا سے مہل نہیں ہو سکتا۔

پھر اس حدیث کی نسبت اکابر محدثین میں خود اختلاف ہے، قاضی عیاض کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے بعضوں کے نزدیک منسوخ ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے مقصود کراہت تنزیہی ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اختلاف بین اہل العلم من شرب ناسیا لیس علیہ ان یتقوا یا لا (نووی) شرع مسلم ج ۳ ص ۱۳۱ مصرع یعنی اہل علم کا ایمان اختلاف نہیں کہ اگر کوئی بھول کر کھڑے کھڑے پانی پی لے تو اس پر تے کرنا ضروری نہیں، امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ استنباطی حکم ہے،

ابن عباس کے بیان میں بھی آپ نے تے لیس فرمائی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلعم کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے، بیشک انھوں نے دیکھا ہے لیکن کون پانی ہر زمزم کا، عن ابن عباس قال سقیب رسول اللہ صلعم من زمزم فشرب قائلاً یعنی میں نے رسول اللہ صلعم کو زمزم کا پانی پلایا آپ نے کھڑے ہو کر پلایا آپ زمزم کا لفظ بالکل حذف کر گئے، کیونکہ یہ معلوم تھا کہ زمزم کا پانی پینا اس حکم سے مستثنیٰ ہے، اسی طرح وضو کا چھوٹا ہوا پانی بھی مستثنیٰ ہے، یہ بات کہ کھڑے ہو کر پانی پینا حرام مطلق یا گناہ عظیم ہے، صحابہ نے خود اسکی تردید کی ہے، دیکھو موطا امام محمد باب الشرب قائلاً

(د) پھر ارشاد ہوتا ہے "غرض کہ لوگ ابو ہریرہ کی بے باکی سے اس قدر خائف ہو گئے تھے کہ اگر

وہ کوئی معقول بات بھی کہتے تھے تو لوگ اس پر دھیما نہ دیتے تھے، چنانچہ جب انھوں نے یہ حد بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا ہمسایہ اسکی دیوار پر لکڑیاں رکھنے کی اجازت مانگے، تو اس کو منع نہ کرے" تو لوگوں نے اس حدیث کو منکر اپنا منہ پھیر لیا، ابو ہریرہ نے یہ دیکھ کر کہا کیوں کیا ہوا میں دیکھتا ہوں تم اس حدیث سے منہ پھیرتے ہو، خدا کی قسم اس حدیث کو تمہارے موندھوں پر مار دوں گا۔

اصل حدیث یہ ہے کہ لا یصلح احدکم جاسراً ان یغتر خشیہ فی جدارہ ثم یقول ابو ہریرہ مالی اس اگر عنہا مع ضنین و اللہ لا یرمین بہا بین الکفا فکفر

جاسرے فاضل "عراقی سیاح" نے پہلی غلطی ترجمہ میں یہ فرمائی کہ "غیر خشیہ" کا ترجمہ انھوں نے لکڑی رکھنا کیا ہے، حالانکہ اسکا ترجمہ کھوٹی گاڑنا ہی معلوم ہوتا ہے کسی مبتدی نے ان احادیث کا ترجمہ کیا ہے، ورنہ وہ اس فرق کو نظر انداز نہ کرتا،

دوسری تہ لیس یہ ہے کہ ترجمہ میں خیانت کر کے اس کو ایسے الفاظ میں پیش کیا ہے، جس سے حدیث کا مفہوم بالکل بدل گیا، حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اپنے پڑوسی کو دیوار میں کھوٹی گاڑنے سے منع نہ کرے" راوی کا بیان ہے کہ ابو ہریرہ یہ حکم سنا کر کہتے تھے کہ "میں دیکھتا ہوں تم لوگ اس حکم سے اعراض کرتے ہو، جس کو ہمارے ناقد نے ان الفاظ میں بدل دیا ہے کہ لوگوں نے اس حدیث کو منکر منہ پھیر لیا، حالانکہ "عنہا مع ضنین" کا مطلب نہیں کہ تم لوگ میری روایت سے اعراض کرتے ہو، بلکہ یہ ہے کہ اس عام حکم پر تم عمل نہیں کرتے، اور پڑوسیوں کے ساتھ اس لطف و مروت کا برتاؤ نہیں کرتے، دونوں میں کتنا فرق ہے،

۶۔ پھر ارشاد ہوتا ہے "ان کی ناسعقول بات" ہر لوگ سبحان اللہ پکارتے تھے، چنانچہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی رسول اللہ نے فرمایا، ایک شخص سیل ہانک رہا تھا، اس پر بوجھ لادے ہوئے، تو سیل نے اس کی طرف دیکھا، اور کہنے لگا میں اس لئے پیدا نہیں ہوا میں تو کھیت کے واسطے پیدا ہوا" تو لوگوں نے یقین نہ کیا، اور انھوں نے سبحان اللہ کہا۔

اس روایت کے نقل میں بھی وہی تہ لیس کا فرمایا ہے، اصل حدیث کا ترجمہ یہ ہے "رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص سیل پر بوجھ لادے ہوئے اس کو ہانک رہا تھا، سیل نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا میں اس لئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا، لوگوں نے یہ واقعہ منکر استجاباً

کہا سبحان اللہ سبیل بھی بولتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استعجاب پر فرمایا کہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابو بکر و عمر بھی (اسلم ج ۲ فضائل ابو بکر)

کہاں یہ سبحان اللہ کہنا اور کہاں وہ جو ہمارے ناقص نے بیان کیا ہے، لوگوں نے ابو ہریرہ کے بیان پر سبحان اللہ نہیں کہا تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر کہا تھا، آپ نے اس کو بڑھاپہ پر ڈھال دیا، اب کیا ارشاد ہے، کیا رسول اللہ کی باتوں پر بھی لوگ انکار سبحان اللہ کہتے تھے، !!

معلوم نہیں آپ کو مذکورہ بالا روایت میں کون سی نامعقول بات نظر آتی ہے، میرا تو بحقیقت مسلمان اس پر ایمان ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شجر و حجر کے کلام کرنے کے متعلق بھی فرماتے تو میں اسکو بھی آمنا و صدقنا کہتا، لیکن اگر اس کو تلمیح و استعارہ کے معنی میں لے لیا جائے تو اس کی ظاہری نامعقولیت بھی دور ہو جاتی ہے، اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کو اس کے محل پر استعمال کرنا چاہئے، بے محل استعمال کرنے سے اس شے اور اس محل دونوں میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے، اور اس شے کی تخلیق کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، اس سے غالباً آپ بھی متفق ہوں گے، بے محل استعمال سے نہ صرف مقصد فوت ہو جاتا ہے، بلکہ عجب مضحکہ انگیز صورتیں پیش آتی ہیں، مثلاً ایک شخص عدالت کی کرسی سے جت لگا کر مسند عظم پر بیٹھ جائے، یا وہ دست و بازو جو بغداد و عراق میں ترکون کے خلاف نہر دآزمائی کے لئے موزون ہوں مذہبیات کی عقدہ کشائی اور مذہبی مباحث پر خامہ فرسائی میں صرف کرے، تو کیسی دلچسپ اور مضحکہ انگیز صورتیں پیش آئیں گی، اس مثال سے غالباً حدیث کا اصل منشا و مقصد واضح ہو گیا ہوگا، اور اس کی نامعقولیت جاتی رہی ہوگی، قدامت کے تمام اطرین غیر ذوی العقول اور جانور دن کی زبان سے جو اخلاقی قصے بیان کئے جاتے ہیں، انکی غیر معقولیت کسی حاکم نے کبھی ظاہر نہیں کی،

(۱) ساتویں اعتراف میں ہمارا ناقص دست اپنی تاریخی جہالت کا کتنا بڑا ثبوت پیش کرتا ہے کہنا ہے، اس ولیری کو دیکھو باوجودیکہ وہ مدینہ میں بہت آخری زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے

مگر وہ اس روایت میں یاد رکھنا چاہتے ہیں کہ یہ واقعہ ان کے سامنے گذرا ہے، حالانکہ یہ واقعہ مکہ کا ہے، اور اس وقت کا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نزع میں تھے، پھر ولیری پر ولیری یہ کہ حضرت عمرؓ کے سامنے اپنا ثبوت پیش کرتے ہیں، اس جھول بہتہ کی خبر اب جا کر نکلتی ہے، ناقص کے الفاظ میں روایت یوں ہے، حضرت عمرؓ نے حسان بن ثابت پر گزرنے سے وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی طرف دیکھا، حسان نے کہا میں تو مسجد میں شعر پڑھتا تھا، جب مسجد میں تم سے بہتر شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) موجود تھا، پھر ابو ہریرہ کی طرف دیکھ کر کہا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں تم نے رسول اللہ سے سن لیا، ابو آپ فرماتے تھے، میری طرف سے جواب دے، اے حسان، یا اللہ مدد کر ان کی روح القدس سے ابو ہریرہ نے کہا ہاں میں نے سنا ہے، یا اللہ تو جانتا ہے۔

سخت حیرت ہوتی ہے کہ جو شخص تاریخ اسلام کے ایجد سے بھی واقف نہیں وہ بلند مذہبی حش پر قلم اٹھانے کی جرأت کرتا ہے، کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور کہاں حسان بن ثابت کی شعر خوانی غالباً فاضل ناقد کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ حسان بن ثابت مکی نہیں بلکہ مدنی اور انصاری تھے، جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کفار کے نزع میں محصور تھے، وہ غالباً منافذہ کے دربار میں ہونگے، اس وقت حسان بن ثابت اسلام بھی نہیں لائے تھے، وہ آپ کی جانب سے مدافعت کیا کرتے؟

اگر آپ نے حضرت حسانؓ کے صرف اس جملہ پر غور فرمایا ہوتا، کہ میں تو مسجد میں شعر پڑھتا تھا، جب مسجد میں تم سے بہتر شخص موجود تھا، تب بھی آپ ایسی لایعنی بات نہ کہتے، ہجرت سے پہلے مکہ میں کوئی مسجد تھی، جس میں حسان شعر پڑھتے تھے، سب پہلی مسجد کی بنیاد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ کے قریب قبا میں ڈالی، اس کے بعد پھر مدینہ میں تعمیر کی جو مسجد نبوی کہلاتی تھی، حسان کی شعر خوانی کا واقعہ اسی مسجد نبوی کا ہے، جبکہ آپ مکہ میں بتاتے ہیں،

تقدیر تو لے چرخ گردان تفوی

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حسان بن ثابت دربار نبوی کے شاعر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد جو مشرکین آپ کی سچو کرتے تھے یا جو لوگ مفاخرہ کے لئے آتے تھے، حسان ان کا جواب دیتے تھے جو ان کا سب سے مشہور جواب وہ ہے جو انھوں نے سہیل بن نبوتمیم کے رئیس زہرتان بن بدر کے غز کے جواب میں کہا تھا (دیکھو سیرۃ ابن ہشام و فتوح) کیا انسان کے لئے یہ بہتر نہیں کہ وہ زبان سے بات نکالے سے پہلے بات کو تولے، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ احادیث میں "المسجد" کے بلا تصریح ذکر سے مقصود مسجد نبوی ہوئی، غار کعبہ یا کوئی اور مسجد نہیں،

(۸) ہمارا فضیل نامہ اس اعتراض میں پھر اپنی عربیت اور تہ لیس کا ایک اور نمونہ دکھاتا ہے کہتا ہے: ابوہریرہ غالباً خود اپنے دل میں جانتے تھے کہ ان کی روایت کی کیا وقعت ہے، ورنہ وہ اس طرح کی قسین روایت بیان کر کے نہ کھاتے "رسول اللہ نے فرمایا عراق کا ملک اپنے دم کو روکے گا، اور شام کا ملک اپنے مارا اور دینار کو اور مصر کا ملک اپنے اردب کو روکے گا، اور ہو جاؤ گے جیسے تم آگے" تھے ابوہریرہ نے آخری الفاظ کو چار بار دہرایا، اور پھر بھی خوف تھا کہ شاید لوگوں کو اس پر بھی یاد نہ ہو تو فرماتے ہیں، اس حدیث پر ابوہریرہ کا گوشت و خون گواہی دیتا ہے۔

اس حدیث کی تدلیس میں ہمارے ناقد نے کمال ہی کر دیا، آنحضرت صلعہ کے جلوں کی تکرار کو بلا ہاتھ
ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب کر کے فوراً ان پر فرد جرم عاید کر دی، اور ہوشیاری یہ کہ حدیث کا پورا ترجمہ
نہیں دیا، بلکہ آدھا کٹا چھوڑ دیا کہ اگر آپسی حدیث نقل کرتا، تو ہر شخص پر خود اسکی تدلیس کا پردہ فاش
ہو جائے، پوری حدیث یہ ہے ” ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعہ نے فرمایا عراق نے اپنا
درہم اور قفیزہ رک لیا، اشام نے اپنا ماور دنیا روک لیا، مصر نے اپنا اردب اور دینار روک لیا، او
تم لوٹ گئے جس طرح پہلے تھے، تم لوٹ گئے جس طرح پہلے تھے، تم لوٹ گئے جس طرح پہلے تھے“ اس
حدیث پر ابو ہریرہؓ کا گوشت و خون شاہد ہے (مسلم ج ۲ ص ۹۹ م مصر)

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے قتل کروا لا حالانکہ انہ انھوں نے
 وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منهم قتل کیا اور نہ انکو سولی دی البتہ ان لوگوں کو شبہ میں ال
 به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه دیا گیا اور جو لوگ اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ
 يقيناً بل رقعہ اللہ الیہ وكان اللہ عزیزاً شک و شبہ میں گرفتار ہیں انھیں اسکا کوئی علم نہیں ہے
 حکیمان ان من اهل الكتاب ليومن ببعض گمان کے پیرو ہیں اور یقیناً عیسیٰ کو ان لوگوں نے قتل نہیں
 من تصادوا بالقيامة يكون عليهم شهداء کیا بلکہ انکو خدا نے اٹھالیا اور اٹھ نہ بردست اور حکمت والا
 اور اہل کتاب یقیناً اسکی موت کے پہلے اس پر ایمان لائیں گے
 اور قیامت کے دن عیسیٰ ان لوگوں پر گواہ ہونگے

اس آیت پاک سے کم از کم اتنا معلوم ہو گیا کہ ابو ہریرہؓ نے اس کو بے محل نہیں چپان کیا، کیونکہ دونوں
 میں عیسیٰ بن مریم کا ذکر ہے اب رہا یہ سوال کہ یہ آیت انکی روایت کی تصدیق کرتی ہو یا نہیں علیحدہ ہے اور ایک
 مستقل بحث کا طالب ہو جسکی یہاں ضرورت نہیں معلوم ہوتی اگر معترض نے دجال پر بحث کی جسکا اعلان
 ہو چکا ہے اور وہ قابل توجہ بھی ہوئی تو اس موضوع پر تفصیلی بحث ہوگی اس موقع پر صرف اتنا بتا دینا کافی
 ہے کہ جو لوگ حیات مسیح اور انکے دوبارہ نزول کے قائل ہیں وہ اسی آیت پاک سے دلیل لاتے ہیں ابو ہریرہؓ
 بھی اسی عام مسلک کے قائل تھے اسی لئے انھوں نے بھی نزول مسیح کے ثبوت میں اسکو پیش کیا تو کیا گناہ
 کیا، یہاں تک انتباہ ہے جو بہت سے لوگوں کے لئے قابل تسلیم ہے

۱۰ دسویں حدیث یہ پیش فرماتے ہیں ابو زریؓ نے کہا ابو ہریرہؓ سے آئے اور اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا
 پھر کہتا ہے میں جھوٹ بولتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ تم ہدایت پاؤ اور میں گمراہ ہوں، خبردار ہو
 میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جب تم میرے کسی کی جوتی کا تسمہ
 ٹوٹ جائے تو دوسری جوتی نہ پہنے، جب تک اس کو درست نہ کرے اس پر یہ تنقید ہوتی ہے کہ اگر یہ ابو زریؓ

کا مذاق نہیں ہے، تو حدیث کی اہمیت ملاحظہ ہو اور اس کے ساتھ یہ جملہ

ابو زریؓ کے بجائے صحیح نام ابو زین ہے، ممکن ہے یہ کتابت کی غلطی ہو، دوسری تہ لیس جس پر انھیں
 "مذاق" کی پھبتی کہتے کا موقع ملا ہو یہ ہے کہ انھوں نے "فلا عیسیٰ فی الاخریٰ" کا ترجمہ محض "دوسری
 جوتی نہ پہنے" کیا ہے حالانکہ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ "تہما دوسری جوتی پہنکر نہ پھرے" یعنی ایک پاؤں میں جوتی اور
 دوسرا پاؤں خالی نہ پھرنا چاہئے، روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک پاؤں کی جوتی کچھ ٹوٹ جائے اور دوسری
 درست ہو تو یہ نہ کرنا چاہئے کہ ٹوٹی جوتی کو پھینک کر صرف ایک جوتی پاؤں میں پہنکر گھسیٹے چلیں بلکہ چاہئے
 کہ دوسری جوتی بھی اپنے ہی ہاتھوں سے سہی، مگر درست کر کے دونوں پاؤں میں پہنیں، چنانچہ یہ روایت

ابن ابی شیبہ میں اس طرح ہے: اذ انقطع شیع احدکم فلا یشی فی الاخریٰ حتی یصلحھا، یعنی
 جب تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے، تو صرف دوسری جوتی پہنکر نہ چلے، یہاں تک کہ اسکو درست
 نہ کرے، یہ ایک اخلاقی تعلیم تھی، حلال و حرام کا کوئی حکم واجب نہیں، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اپنے عمل
 سے اس شبہ کو دور فرمایا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ میں ہے، ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کے افراد کو جو آئین
 تہذیب سے نا آشنا تھے محض تھی اس قسم کی معمولی تعلیم بھی دینا کوئی مضحکہ انگیز بات نہیں تعلیم تو طالب علم
 کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے، اگر ایک طرف نا آشنا تمدن عربوں کے لئے یہ تعلیم ہو تو دوسری طرف
 بڑے بڑے عقلا اور فلاسفہ کے لئے الہیات کے باریک سے باریک نکتے بھی بیان فرمائے گئے ہیں،

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا کہ تم سمجھتے ہو کہ میں جھوٹ کہتا ہوں درحقیقت اس عہد کے بعض
 ان معترضوں کے اس بیان کی طنزیہ تعبیر ہے، جو یہ کہتے تھے کہ ابو ہریرہؓ کو باتوں کے موقع و محل کا لحاظ نہیں
 رہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وقت کن اسباب سے اور کس موقع پر یہ بات فرمائی، کوئی خاص حکم تھا یا عام
 کوئی شرعی حکم واجب تھا یا محض اخلاقی تلقین اس کو وہ طنزیہ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ میں رسول اللہؐ پر
 جھوٹ بولتا ہوں اس فقرہ کا طنزیہ ہونا اس کے بعد کے فقرہ سے ثابت ہے کہ تم ہدایت پاؤ اور میں گمراہ

ہوں ظاہر ہے کہ یہ طرز یہ ہے اور نہ کوئی شخص اپنے کو گمراہ ہونا خود اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتا پھر تم
 کے مخاطب صحابہ نہیں بلکہ ان کے بعد کے عصر کے نوپیدا لوگ ہیں الغرض اس سے یہ مطلب نہیں ہو کہ
 لوگ ابو ہریرہ کو نقل احادیث میں کاذب سمجھتے تھے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ لوگ احادیث کے محل میں
 ان کی رسلے مستند نہ مانتے تھے اور اس سے ابو ہریرہ خفا ہوتے تھے اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً آنحضرت
 کبھی اس قسم کی تعلیم بھی فرماتے تھے جبکہ مقصد وجوب و امر نہیں ہوتا تھا بلکہ اسکی حیثیت محض اخلاقی
 یا استنباطی ہوتی تھی لیکن ابو ہریرہ اپنی قوت ایمانی اور فرمان نبوی پر عمل کے جوش میں اسکو وجوب
 امر کی صورت میں پیش کر دیتے تھے جیسا کہ یہی ٹوٹی جوتی نہ پہننے والا معاملہ ہو یا کوئی حکم جو کسی خاص
 موقع و محل کے لئے ہوتا تھا اسکو وہ عام سمجھ لیتے تھے اس سے انکی روایت کی صداقت مشتبہ نہیں ہوتی
 البتہ ان کے تفہیم پر حرج آتا ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے جس پر احناف اور محدثین کی پرانی لڑائی ہے اور قبول
 فقہ میں اس پر مفصل بحثیں ہیں۔

اس کے علاوہ معترض نے اس پر غور نہیں کیا کہ اس روایت میں کسی دوسرے نے ابو ہریرہ
 کو جھوٹا نہیں کہا بلکہ وہ خود سوال کے طور پر طنز اکتے ہیں کہ تم لوگ کہتے ہو میں رسول اللہ پر
 جھوٹ بولتا ہوں اسی کے ساتھ یہ تاریخی واقعہ بھی پیش نظر ہے کہ عہد رسالت کے بعد کے ساتھ ساتھ
 مسلمانوں کی قوت عمل ست پڑتی گئی تھی اور خلافت راشدہ کے بعد دوسری قوموں کے اثر و ولایت
 کی بہتات اور بنی امیہ کی بے پروائی سے انکی نسل و قومیت کے مسلمان زیادہ آزادی پسند ہو گئے تھے
 ان کی طبیعتیں مذہبی قید و بند سے بھاگتی تھیں اسی لئے وہ احادیث اور روایات کو مشتبہ بنا کر ان سے بچاؤ
 کی صورت نکالتے تھے ایسی حالت میں اس عہد کے کسی شخص کا ابو ہریرہ کی کسی حدیث سے بھاگنا جس کو کھنڈ
 نے طرز مذکورہ بالا جملہ سے تفسیر کیا ہے ان کی دو ٹوٹی کاثبوت نہیں ہو سکتا اور نہ اسکو انکی صداقت کے
 خلاف شہادت میں پیش کیا جاسکتا ہے اس واقعہ کو موجودہ زمانہ پر منطبق کر کے دیکھ لیجئے کہ آزادی پسند

حضرات میں سے کوئی صاحب حدیث کی صداقت سے انکار کرتے ہیں کوئی بزرگ صحابہ پر حرج کرتے ہیں کوئی
 حضرت امیر پر زبان طعن دراز کرتے ہیں لیکن ان کے اعمال سے ان میں سے کسی کی عظمت میں کوئی فرق
 نہیں آتا اسی طرح اس عہد کے آزاد نش لوگوں کی آزاد پسندی سے ابو ہریرہ ماقط الاعتبار نہیں ہو سکتے
 اور زین جو ابو ہریرہ سے اسکے راوی ہیں اگر نعوذ باللہ وہ انکو جھوٹا سمجھتے تو وہ ان سے کسی روایت کو لینا
 ہی کیسے جائز سمجھتے ابو ہریرہ کی اس روایت کی صداقت کا سبب بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس روایت کے راوی
 حضرت جابر بھی ہیں جنکو ابو ہریرہ کے مقابلہ میں آپ محترم و مستند تسلیم کر چکے ہیں جابر کی روایت سلم کے
 اسی باب میں ہے جس سے آپ نے ابو ہریرہ والی روایت نقل کی ہے ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑ دینا
 کیسی اچھی دیانت ہے

(۱۱) اب اس سلسلہ کا صرف ایک اعتراض رہ گیا کہ ابو ہریرہ ایک زمانہ میں لا عدوی ولا غول
 مہرض علی صحیح بیان کرتے تھے لیکن پھر پہلے ٹکڑے سے خاموشی اختیار کر لی اور صرف لا عدوی صحیح
 بیان کرنے لگے اور ابن ابی ذباب کے استفسار پر اس کے بیان کرنے سے منکر ہو گئے
 اس کے متعلق گزارش ہے کہ انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے اس لئے اگر صد ہا حدیثوں میں سے
 ابو ہریرہ کسی ایک حدیث کا کوئی ٹکڑا بھول گئے تو اسکو آپ صرف دروغ گوئی پر کیوں محمول کرتے ہیں
 خطا و نسیان سے کیوں نہیں تعبیر کرتے جبکہ اس روایت کے راوی ابوسلمہ بن عبد الرحمن خود اس کو ابو ہریرہ
 کی بھول یا نسخ بتاتے ہیں فلا ادسری انسی ابو ہریرہ امضی احد القولین الاخری سلم
 ج ۲ ص ۲۵۹ مصر یعنی میں نہیں جانتا کہ ابو ہریرہ بھول گئے یا ایک قول نے دوسرے قول کو
 منسوخ کر دیا۔

ابو ہریرہ کے نسیان کا سبب بڑا قوی ثبوت یہ ہے کہ لا عدوی کا ٹکڑا حضرت جابر کی روایت میں
 بھی موجود ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا غول ولا غول

(مسلم ج ۲ ص ۵۹ مصر)

ان تفصیلی جوابات کے بعد آخر میں یہ گزارش ہے کہ اگر بالفرض ابو ہریرہ کی روایات میں کوئی رت عقل صریح کے خلاف ہو یا اس کے خلاف اس سے زیادہ مستند روایت مل جائے تو اسکو کوئی ابو ہریرہ کی دروغگوئی پر کیون محمول کرے، کیا یہ ممکن نہیں کہ درمیان کے راویوں میں سے کسی نے رد و بدل کر دیا ہو جبکہ ہر روایت کئی واسطوں سے مروی ہوتی ہے، ان راویوں کا جو عموماً ابو ہریرہ کے مقابلہ میں زیادہ کم رتبہ اور چند رسالت سے بعید ہوتے ہیں، ابو ہریرہ کے مقابلہ میں درج گو ہونا زیادہ ممکن ہے، چند مسلسل واسطوں والی کسی روایت کے غلط ہونے سے خواہ مخواہ پہلے ہی راوی کا جھوٹا ہونا ضروری نہیں اور یہ بات انسان کے روزمرہ کے معاملات سے ظاہر ہے،

بیان تک فاضل مقالہ نگار کے مقالہ کے دوسرے حصے کے پہلے جزو پر تفصیلی تنقید تھی اس کے بعد کے دونوں اجزاء پر ایک اصولی گفتگو کی جاتی ہے، کیونکہ یہ دونوں ایک اصول کے ماتحت آجاتے ہیں، اس جزو میں فاضل نقاد آثار قیامت اور پیشین گوئی کی احادیث کی تنقید کی تمہید میں فرماتے ہیں کہ میں غزوات و معجزات کے واقعات بھی بشرطیکہ متواتر ہوں کئی صحابیوں سے مروی ہوں ماننے کو تیار ہوں مگر ان روایتوں کا ماتا میرے امکان سے باہر ہے، وہ باتیں جیسا کہ عالم خود رسول اللہ کو بغیر وحی والہام کے نہیں ہو سکتا مثلاً آثار قیامت بنی اسرائیل کے قصص اور عالم مابعد کی کیفیت یا جزا و سزا وغیرہ بڑی مشکل یہ ہے کہ سخن شناس ناقد مختلف مباحث کو باہم مخلوط کر دینے کا عادی ہے، اس کو صرف آثار قیامت اور بنی اسرائیل کی احادیث سے بحث تھی، اس میں عالم مابعد کی کیفیت بھی داخل کر دی حالانکہ آخر الذکر سے بحث ہم دونوں کے موضوع سے خارج ہے، بیان پر صرف آثار قیامت یا پیشین گوئی کی احادیث اور اسرائیلیات سے بحث مقصود ہے،

معترض کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو اس قسم کی احادیث کے ماننے میں اس لئے تامل

نہیں ہے کہ وہ ہماری عقل سے ماوراء باتیں ہیں، کیونکہ وہ متواتر معجزات کو بھی مسلم کرنے کیلئے تیار ہو چکا اسلئے تامل اسکو کسی میں نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسے فرمایا بھی ہو یا نہیں اور رسول صلعم کو اس کا علم بھی ہو سکتا تھا یا نہیں،

پہلے احتمال کے متعلق گزارش ہے کہ جب اس قسم کی روایتیں تنہا ابو ہریرہ سے مروی ہوتی ہیں اس وقت بے شک وہ ان میں شبہ کر سکتا تھا، کہ وہ اس کے نزدیک ناقابل اعتماد ہیں، لیکن مشکل یہ ہے کہ آثار قیامت اور پیشین گوئی کی احادیث اتنے صحابہ سے مروی ہیں کہ عام توازن کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، جس سے وہ اپنے اصول کے مطابق بھی انکار نہیں کر سکتا، اگر اس بیان میں شبہ ہو تو احادیث کی کتابوں کے ابواب فتن و ملاحم کو غور سے پڑھنا چاہئے،

دوسری شق یعنی پیشین گوئی کی احادیث کے رد و قبول کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم پر بطور الہام یا شرح صدر ایسی باتیں جو عام حالات میں عام انسانوں کے حدود و علم سے باہر ہیں منکشف ہوتی تھیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس قسم کے کشف اور الہام کا کوئی اسلامی فرقہ مخالف نہیں، بخود قرآن میں اس کے متعلق اشارات بلکہ صراحت موجود ہے، کہ خدا جس چیز کے متعلق چاہتا تھا، آپ پر کشف کر دیتا تھا، اور حدیثوں میں تو بہت سے اس قسم کے واقعات ملتے ہیں، اس کے علاوہ جب دوسرے انبیاء و رسل میں یہ وصف کسی حد تک موجود تھا تو آنحضرت صلعم سے جو تمام پیغمبرانہ اوصاف کے جامع اور

انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

کے منظر اتم تھے، کیونکہ انکار ہے، توراۃ اٹھا کر دیکھے، آپکو صفحہ صفحہ پر بشارتیں اور پیشین گوئیاں ملین گی، آنحضرت صلعم میں یہ وصف مان لینے کے بعد اس قسم کی احادیث کے انکار کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، اور نہ کوئی صحابی محض اس لئے ناقابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے، کہ ایسی احادیث کا راوی ہے جبکہ ایک صحابی نہیں بلکہ بہت سے اصحاب رسول اس قسم کی روایات میں برابر کے شریک ہیں قیامت کی احادیث میں ایک غلط فہمی آپ کو یہ بھی ہو رہی ہے، کہ آپ ان سے قیامت کے دن اور تاریخ کی تعیین سمجھ رہے ہیں،

حالاً کہ یہ مقصد نہیں بلکہ قرب قیامت کے آثار و علامات مراد ہیں اور نظائر یہ کہ قیامت کے دن کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں جیسا کہ قرآن مجید نے بار بار تصریح کی ہے:

اس بحث میں ناقد نے بعض ایسی فروگزاشتیں بھی کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آثار کا مقصد ہی نہیں سمجھا مثلاً "ابو ہریرہ کی قیامت والی حدیثیں" کی سرخی کے ماتحت اس نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسریٰ مرگیا اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر مرے تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان دونوں کے خزانے راہ خدا میں خرچ کر گئے اس حدیث کو قیامت سے کیا تعلق؟ اس میں تو قیامت کی طرف اشارہ تک نہیں ہے بلکہ اس میں مسلمانوں کو فتوحات کی بشارت دی گئی ہے،

اس پر یہ تنقید حدیث فقہی اور تاریخ دانی کا اور بھی ثبوت ہے کہ دیکھو اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ خلافتِ توقع پورا نہ ہوا، قیصر اور اس کے بعد صد یا قیصر ہوئے، ظاہری قرائن تو یہی تھے کہ جس وقت معاویہ کے زمانہ میں عربِ فلسطینہ کا محاصرہ کر رہے تھے قیصریت کا خاتمہ ہو جاتا، مگر قیصر اس وقت بھی باقی رہے، جبکہ خود عربوں کی سلطنت ختم ہو چکی تھی۔

اس سخن فقہی پر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ "شعر مرابہ مدرسہ کہ برد و جناب والا! کسریٰ اور قیصر کی موت کا مطلب ان دونوں کی شخصی موت نہیں بلکہ انکی قومی موت انکے اقتدار کا خاتمہ اور انکی حکومت کا زوال ہے، خود جناب بھی غالباً کبھی نہ کبھی قومی حرارت میں فرمایا ہوگا کہ مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹ دیا، اس قسم کے استہزاء تو ہم روزمرہ استعمال کرتے ہیں، کہ فلان ختم ہو گیا فلان میں دم باقی نہیں ہے اور اس سے فلان کی حقیقی موت مقصود نہیں ہوتی، بلکہ اسکی قوت کا خاتمہ اور اسکا زوال ہوتا ہے، اس توضیح کے بعد بھی کیا آپ یہی فرماتے رہیں گے کہ قیصر اور اسکے بعد صد قیصر ہوئے۔"

لیکن اگر آپ کو قیصرہ کے زوال میں بھی شک ہے، تو تاریخ اسلام پر نظر ڈالئے، آپ کو زیادہ بڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی، اور عمدہ صحابہ ہی میں نظر آجائیگا کہ انھوں نے فلسطین، شام، مصر، یونان، مراکش اور الجزائر میں اسلامی پرچم لہرایا، اور جزائر میں روڈس، قبرص وغیرہ فتح کر کے بحرِ روم میں اسلامی بیڑے دوڑا دیئے، خصوصاً قیصرہ کا کعبہ اور مذہبی مرکز بیت المقدس چھین کر انکی قومیت پر انہی کا رعبہ لگائی کہ پھر رومی قوم نہ رہ سکی اور قیصر روم شہنشاہِ قسطنطنیہ ہرقل (HERACLIUS) کو مسلمانوں کے مقابلہ میں بے بس و لاچار ہو کر ان حسرت انگیز کلمات کے ساتھ شام جیسا محبوب ملک اور بیت المقدس چھوڑنا پڑا کہ "اے شام تجھ کو آخری سلام ہے، اب میں تجھ سے جدا ہوتا ہوں، افسوس ہے کہ اس سرزمین میں جسرین نے صدایوں حکمرانی کی ہے، اطمینان خاطر کے ساتھ نہ اسکو چھوڑا گیا ایک زندہ قیصر کے منہ سے ایسے ہی مروہ الفاظ نکل سکتے ہیں!!

تمام مورخین اس پر اتفاق لفظ ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری کے نصف اول ہی میں مشرق سے قیصری حکومت کا خاتمہ کر کے اسکو تنگناے قسطنطنیہ میں محدود کر دیا تھا، پھر اٹھ نبوی میں یہ نہیں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والا قیصر مر جائیگا، تو دوسرا قیصر نہ ہوگا، بلکہ یہ ہے کہ جب قیصر برباد ہو جائیگا تو دوسرا قیصر نہ ہوگا یعنی جب رومیوں کے قیصر کی حکومت تباہ ہو جائیگی تو پھر انکا کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا، اس پیشین گوئی کی صداقت میں کس کو شک ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قیصر کا خاتمہ ہوا تو پھر روم والوں کی سلطنت قائم نہ ہو سکی، یہاں تک کہ خود رومی قوم فنا ہو گئی، اور صفحہ زمین پر اس کا نشان نہیں ملتا،

اس کے بعد ہمارے فاضل علام نے مولانا سید سلیمان ندوی پر چوٹ فرما کر اپنی تاریخ دانی کا مزید ثبوت دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ "مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی سیرت نبوی میں نہایت جوش و خروش

سے ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے، جو نسائی میں ہے، اور حسین ہندوستان کی فتح کی بشارت ہے، جو خوش عقیدگی میں وہ تاریخ سے بھٹک کر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ نسائی کے قبل فتح محمود غزنوی کے لکھا ہے اور اس واسطے صحیح ہے، سبحان اللہ ہندوستان پر محمد بن قاسم کا حملہ کئی سو سال قبل کا واقعہ ہے، اور یہ زمانہ حجاج کا دور عین اسی وقت جبکہ ابو ہریرہؓ آثار قیامت کی احادیث شائع کر رہے تھے۔

اس تنقید پر کیا میں بھی عرض کر سکتا ہوں کہ سبحان اللہ آپ نے ابو ہریرہؓ سے بدعقیدگی اور اعتراض کے جوش و خروش میں تاریخ سے بھٹک کر اپنی تاریخ دانی کا ایک اور نادرنمونہ پیش کیا ہے، جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابو ہریرہؓ کی وفات محمد بن قاسم کے حملہ کے برسوں قبل ہو چکی تھی، بالفاق ارباب سیر ابو ہریرہؓ شہید یا شہد کے اندر ہی وفات پا چکے تھے، اور سندھ پر محمد بن قاسم کا پہلا حملہ ولید بن عبد الملک کے عہد میں ہوا (ملاحظہ ہو ابن اثیر ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ یورپ و فتوح البلدان بلاذری ذکر فتح سندھ) خیر یہ حملہ تو بہت بعد کا ہے، خود حجاج جس کے عہد میں یہ حملہ ہوا، اور جس کے آپ بھی معترف ہیں شہد میں یعنی حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات کے پندرہ سولہ سال بعد عراق کا گورنر حنظل مقرر ہو کر آیا تھا (حوالہ مذکور ص ۳۰۳)

ایسی صورت میں آپ کا یہ ارشاد کہاں تک صحیح ہو کہ ابو ہریرہؓ محمد بن قاسم کے سندھ کے حملہ کے وقت پیشین گوئی کی احادیث بیان کرتے تھے جس زمانہ میں ابو ہریرہؓ نے ہندوستان کی فتح کی بشارت سنائی ہو، اس وقت تو غریب محمد بن قاسم پیدا بھی نہ ہوا تھا، کہ اسکی عمر سندھ کے حملہ کے وقت، ۱۸ سال سے زیادہ تھی۔

خیر یہ تو فاضل مومل کا ایک ایسی تسامح تھا، دوسرا سوال یہ ہو کہ محمد بن قاسم کو ہندوستان کا فاتح کیونکر کہا جاسکتا ہے، جبکہ وہ اس کے بہت معمولی اور حقیر حصہ ملک سے آگے نہیں بڑھا، اگر فتح کا معیار یہی ہو، تو آج ہم فرانس اور پرتگال کو بھی ہندوستان کے فاتح اعظم کے لقب سے ملقب کئے ہیں

کہ ہندوستان کے مغربی سواحل میں ان کے مقبوضات موجود ہیں، محمد بن قاسم کو آج تک کسی مورخ نے ہندوستان کا فاتح نہیں قرار دیا ہے، البتہ وہ سندھ کا فاتح کہا جاتا ہے،

پھر شاید اس کی بھی آپ کو خبر نہ ہو کہ عربوں کی زبان میں سندھ اور ہند دو لفظ ہیں، اور انکا اطلاق دو مستقل ملکوں پر ہوتا ہے، جیسا کہ عربی کی پرانی جغرافیہ کی کتابوں اور سفرناموں سے واضح ہے، سندھ کی فتح پر سندھ کا اطلاق نہیں ہو سکتا، یہ آپ کی تقسیم ہے کہ سندھ کو ایک صوبہ کی حیثیت سے ہندوستان کا ایک جز بنا لیا ہے، لیکن عربوں کے نزدیک سندھ اور ہندی دو مقابل لفظ ہیں،

اس کے بعد تیسرا نمبر اسرائیلیات کا ہے، ان میں ہمارے محنت صاحب حب ذیل قانونی نقائص بتاتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے کثرت سے نبی اسرائیل کے عجیب و غریب واقعات مروی ہیں بعض غرائب تو ایسے ہیں جہیں بائبل اور تالمود کی حد باز گشت ہے، اور اسکو شاید انھوں نے کعب احبار یا اور کسی بے علم یہودی سے لیکر نقل کیا ہے، اور بعض وہ ہیں جنکا کوئی سرسیر نہیں انھیں زیادہ تر مہمل قصے ہیں جو یا تو خود ان کے دماغ و عقل کی کارستانی ہی یا سوتی اہل کتاب کی

مذکورہ بالا ایراد کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل ناقد کو اسرائیلیات کی روایت کی قوت میں اس لئے کلام ہے کہ انکو اس میں دو نقائص نظر آتے ہیں، ایک یہ کہ اسرائیلیات کے قصص و حکایا بائبل اور تالمود سے ملتے جلتے ہوئے ہیں، اس لئے آپ کو ان کے یہودیوں سے نقل کئے جانے کا شک ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ اس میں آپ کو بے سرسیر کے مہمل قصے نظر آتے ہیں، اس لئے آپ انھیں ابو ہریرہؓ کے ذہن کی خلاقی یا سوتی اہل کتاب کی گپ سمجھتے ہیں،

پہلے شبہ کے متعلق یہ گزارش ہو کہ کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کا یہ معیار صحیح نہیں ہے کہ اس کا مضمون بائبل اور کسی صحیفہ آسمانی کے مضمون سے ملتا جلتا ہو، اس لئے وہ حدیث خواہ مخواہ کسی اہل کتاب سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ مائثلث تو میرے نزدیک اس حدیث کی صداقت کی اور تائید

ہے غالباً اس سے آپ بھی بے خبر نہ ہوں گے اور ہر مذہب کا واقعہ کار جانتا ہو کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں پیش کرتا ہے بلکہ وہ ادیان سابقہ کے سلسلہ کی آخری تکمیلی گڑی ہے اور وہ اس لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا کہ گذشتہ امتوں نے اپنے اپنے مذاہب میں جو آمیزشیں کر دی تھیں ان سے انکو پاک و صاف کر کے اصل اسلام یعنی اس مذہب کی شکل میں جسکی ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء و رسل دعوت دیتے چلے آئے تھے دنیا کے سامنے پیش کر دے۔

اور ان مذاہب میں ایسی ضروری ترمیم و تفسیح کر کے جس سے یہ آخری مذہب انسانوں کی تمام دنیاوی اور اخروی صلاح و فلاح کا کفیل ہو جائے ایسا ابدی لائحہ عمل بنا دے جس کے بعد ہر کسی قانون کی حاجت باقی نہ رہے قرآن خود اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کرتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا الَّذِي لَوْ كُنَّا لَنُفَعِّلَهُ لَتَنَزَّلْنَا فِي كِبَارِ السَّانِ
 اَوْ حِينَ آتَيْنَا مُوسَىٰ اِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ نُوْحًا كَوْنَكُمْ دِيْنًا
 وَصِيًّا اِنَّ اَقِيْمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيْهِ كِيْ هُوَ اَرْسَلْنَاكَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى اَنْ يُّقُوْلُوْا اِنَّ اِيْنِيَّ اِلٰهًا
 (شوری ہر کی ع - ۱)

کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو

اس لئے ظاہر ہے کہ اسلام میں بہت سے اخلاقی اصول اور عبرت آمیز قصص و حکایات گذشتہ مذاہب کے اصولوں اور ان کے قصص و حکایات سے ملتے جلتے ہوئے ہوں گے اگر تا المود و بائبل کے ساتھ مشابہت حدیث کے ضعف یا اس کے انکار کا سبب ہو سکتی ہے تو قرآن پاک کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے جہن بنی اسرائیل کے اکثر قصص و حکایات بائبل کے قصص سے اتنے مشابہ ہیں کہ دونوں میں امتیاز مشکل ہے تو کیا آپ اس مشابہت کی بنا پر قرآن کے بھی یہود سے ماخوذ ہونے کا فتویٰ دیدینگے یا اس کی صداقت سے بھی منکر ہو جائیں گے کبریت کلمۃ غفر ج من افواہم

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ کسی قصہ کے ہمیل بابے سر و پا ہونے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے

اس کے لئے اشخاص کی عقل کو معیار بنانا صحیح نہیں ہے بہت ممکن ہے کہ کوئی قصہ یا اخلاقی تعلیم ایک کے نزدیک مہمل ہو اور دوسرے کے نزدیک عین دانائی ہو مثلاً آپ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق آپ کی نقل کردہ اسرائیلیات کی یہ مہمل اور بے سرو پا حدیث کہ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمایگا قیامت کے دن اسے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری خبر نہ لی وہ کہیگا اے پروردگار میں تیری خبر کیونکر لیتا تو ایک ہی سانسے جہان کا پروردگار اللہ تعالیٰ فرمایگا تجھ کو نہیں معلوم میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی خبر نہ لی اگر تو اس کی خبر لیتا تو مجھ کو اس کے نزدیک پانا کچھ کھانا مانگا تو نے اسے نہ کھلایا اگر تو اسکو کھلاتا تو اسکا ثواب میرے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے نہ دیا بندہ کہیگا میں تجھ کو کیونکر پلاتا تو مالک ہی سانسے جہان کا پروردگار فرمایگا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسکو نہ پلایا اگر تو اس کو پلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔

اس حدیث کو آپ نے مہمل اسرائیلیات میں نقل کیا ہے لیکن ہر اس شخص کے نزدیک جو مؤثر و مبلغ کلام کے طرق سے واقف ہے اس میں خدمت خلق اور بے کسوں کی دشگیری کی نہایت موثر طرز و میں تعلیم دیکھی ہے جب حدیثوں کی اچھائی اور برائی کا آپ کے نزدیک یہی معیار ہے تو وہ کہاں تک عقل سلیم کے نزدیک قابل قبول ہو سکتا ہے؟

اس اصولی جواب کے بعد آخر میں یہ بھی گزارش ہے کہ اسرائیلیات کو نہ عقائد سے کوئی تعلق ہے اور نہ قوانین سے بلکہ اس میں زیادہ تر عبرت آمیز قصص و حکایات یا اخلاقی تعلیمات ہیں اس لئے اگر ان کی صحت میں آپ کو شک ہے تو انکو جانے دیجئے ان کے رد و قبول سے اسلام پر کوئی اثر نہیں چنانچہ محدثین کے نزدیک بھی احادیث کا یہ حصہ زیادہ قابل وثوق نہیں ہے لیکن اس لئے نہیں کہ اس کے راوی ابو ہریرہ ہیں یا اس کے قصص و حکایات بائبل سے ملتے جلتے ہوئے ہیں بلکہ اس لئے کہ انکے اسناد کے سلسلے اکثر کمزور اور بعض موضوع ہیں

آخرین مضمون نگار نے ابو ہریرہؓ کی اختراعات کے نام سے مختلف نمونوں کی محدثین نقل کی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ مضمون تمام کرنے سے پہلے ان پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجائے کہ اس میں اس نے کیا کیا نکل افشانیان کی ہیں،

اس حصہ کے دیکھنے سے ایک خاص بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ حدیث کے معنی مراد لینے میں الفاظ کے ظاہری معنی اور استعارہ کنایہ کے فرق کو دانستہ یا نادانستہ نظر انداز کر دیتا ہے اور اسی فرق میں کو نظر انداز کر دینے سے اسکو حدیث کا اصل مفہوم و منشا سمجھنے میں دقت ہوتی ہے، اور وہ اس پر اعتراض کر مٹھتا ہے، حالانکہ بہت سی احادیث میں اس کے الفاظ کے لفظی معنی نہیں بلکہ ان سے کنایہ اور استعارہ مقصود ہوتا ہے، مثلاً اختراعات ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اترتا ہے پروردگار ہمارا برکت والا ہر رات دنیا کے آسمان پر جب آخر کی تہائی رات پہنچاتی ہے، اور فرماتا ہے کون ہے کہ مجھ سے دعا کرے میں قبول کروں کون ہے کہ مجھ سے مانگے میں اس کو دوں، کون ہے، مجھ سے بخشش چاہے میں اسے بخشوں۔

اور اس پر اس کا یہ بھولا بھالا اعتراض کہ دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں رات رہتی ہے، ایسی حالت میں غالباً متعدد خدا اترتے ہونگے، حالانکہ ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں خدا کے اترنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ خدا کوئی مجسم شے ہے جو عرش اعلیٰ پر ٹنکن ہے، اور صبح ہوتے ہوئے وہ مادی جسم کی طرح دنیا کے آسمان پر اترتا ہے، بلکہ اترنے کا مقصد توجہ الہی ہے، اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ بیک وقت ایک ہی جانب مبذول ہو سکتی ہو، کہ اس سے یہ سمجھ لازم آئے کہ چونکہ دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں ہر وقت کہیں نہ کہیں رات رہتی ہے، اس لئے خدا ہر جانب توجہ مبذول نہیں کر سکتا، بلکہ اس کی توجہ کی وسعت و پہنائی ایک آن اور ایک لمحہ میں کر و درون ارض و سما و در و درون شب و روز کو اپنے آغوش میں لے سکتی ہے،

اور پچھلے پہر کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہی وقت سب سے زیادہ سکون و اطمینان کا ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا کے تمام ہنگامے محو خواب ہوتے ہیں اور ہر گوشہ میں سکون مطلق طاری ہوتا ہے اور قلب و دماغ جس کیسوٹی اور توجہ سے اس وقت کام کرتے ہیں دوسرے وقت میں ممکن نہیں، اسی لئے تمام مذاہب میں دعا و مناجات کے واسطے جسکے لئے سب سے زیادہ کیسوٹی اور توجہ کی ضرورت ہے، یہ وقت بہتر مانا جاتا ہے، چنانچہ تقریباً اکثر مذاہب میں پچھلے پہر سے لیکر طلوع آفتاب تک اپنے اپنے اوقات میں عبادت ہوتی ہے، یہ دونوں باتیں خیال شریف میں آجانے کے بعد حدیث کا منشا بہت آسانی سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس مسلمانوں کو پچھلے پہر میں عبادت کی تشویق و ترغیب دلانا مقصود ہے، کہ یہ بندوں کے سکون قلب، اخلاص اور عدم ریا و نمائش کے لئے موزون وقت ہے،

اسی طریقہ سے ابو ہریرہؓ کی اس "محرمتہ" حدیث پر کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص نہا کر نماز جمعہ میں اول وقت جائے اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی اور جو اس کے بعد گیا، اس نے گویا گائے کی قربانی کی، اور جو تیسرے وقت میں گیا اس نے گویا دنبہ کی قربانی کی، اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا ایک مرغی قربانی کی اور جو پانچویں وقت میں گیا اس نے گویا اندا قربان کیا اور پھر نماز پڑھی اور خطبہ سے فارغ ہونے تک چپ رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی اس کے گناہ گذشتہ جمعہ سے لیکر اس جمعہ تک بلکہ اس سے تین دن زیادہ تک بخش دیئے گئے،

اسکا یہ لطیف اور ظریفانہ اعتراض کہ میرا یہ خیال تھا کہ بکرے کی قربانی سے آگے اندامان کو اور قربانی کم پسند آتی ہے، مگر معلوم ہوا کہ وہ مرغی اور اندے کی قربانی بھی لے لیتے ہیں، بشرطیکہ مرغی کا اندام اندا گندہ نہ ہو،

کاش اس نے یہ بر محل ظرافت کسی ظریف اخبار کے صفحات پر صرف فرمائی ہوتی تو اسکو اسکی واقعی داؤد ملی، خدا کے مقابلہ میں اس ظرافت کی کون "کافر" داد دیکھ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، حدیث کے

معنی بالکل ظاہر ہیں کہ اونٹ گاسے اور بکری وغیرہ کی قربانی سے مراد ان کے لفظی معنی نہیں بلکہ ثواب کی کمی اور زیادتی کا استعارہ ہے کہ جو لوگ نماز جمعہ میں اول وقت شریک ہوں گے انکو بہت زیادہ اور جو لوگ اس کے بعد شریک ہوں گے انھیں اس سے کم ثواب ملیگا، اسی طریقہ سے اول وقت کے آنے والے کے مقابلہ میں بالکل آخری وقت میں شریک ہونے والا بہت کم ثواب کا مستحق ہوگا، اور حدیث کا مقصد مسلمانوں کو نماز جمعہ میں اول وقت شرکت کی ترغیب دلانا ہے،

اس حدیث کے حاشیہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ "ما لفقہ من الذنب وما تاخر یعنی اگلے اور پچھلے گناہ معاف کا جملہ حدیث کا بہت کثیر الاستعمال جملہ ہے، حالانکہ اس سے زیادہ فتنہ پیدا کرنے والا اور مسلمانوں کو بد اعمال کرنے والا شاید ہی کوئی جملہ ہو، اللہ مسلمانوں میں بد اعمالی اور ان میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف اس دل میں پیدا ہو رہا ہے جسکی ساری کوششیں احادیث و سنن کو مٹانے اور اس کے ناقابل استناد ٹھہرانے میں صرف ہو رہی ہیں، عمل و قول کی یہ نیزگی بھی طرفہ تماشا ہے،

حدیث کی تردید کے جوش میں قرآن مجید کے حدیث کثرت بھی پاک نہیں ہوتا، وہ حدیث کا کثیر الاستعمال جملہ نہیں بلکہ کلام پاک کی ایت کا ایک ٹکڑا اور مختصات محمدی میں ہے، یہ آیت شان نبوی میں نازل ہوئی ہے:-

لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ بِحُسْنِهِ عَاقِبَتَكَ قَدْ يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (سورہ فتح ۱۰) دکھائے۔

اس آیت کو عام مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ مخصوص آنحضرت صلیع کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر یہ ٹکڑا صحاح کی کسی حدیث میں صحیح کے علاوہ جو تو کم از کم میری نظر سے نہیں گذرا، کاش مدعی نے وہ احادیث نقل کر دی ہوتیں، یا کم از کم انکا حوالہ ہی دیدیا ہوتا تو بھی اس کے ساتھ حسن ظن قائم

رہتا، لیکن ہمارے محقق کو تو بات کہہ دینے سے کام اس کی صحت کی ذمہ داری تو خدا نخواستہ آپ جیسے نہیں اور اگر بالفرض یہ ٹکڑا کسی ایک حدیث میں نکل بھی گئے جیسا کہ جھگڑا یقین نہیں تو اسکو حدیث کا کثیر الاستعمال جملہ کہنا کہاں تک صحیح ہے،

سبب آخر میں اس نے ابوہریرہ کی روایات کی تردید میں دو چار ایسی روایتیں نقل کی ہیں جو اس بلند اور پاکیزہ معیار کے مطابق عریان یا فحش ہیں اس لئے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ ارشاد نبوی نہیں ہو سکتیں، اس اصول مخترعہ پر گزارش ہے کہ فحش و عریانی کے متعلق اسکا خود ساختہ معیار ہی صحیح نہیں فحش تو وہ ہے جیسا کہ مقصد صرف فحش گوئی ہو لیکن اگر تعلیم و قادیب کے سلسلہ میں عریان الفاظ استعمال کرنے پر جائیں تو اس کو فحش نہیں کہہ سکتے، اور اسکی وجہ سے کوئی معلم یا طبیب یا مقفن اپنی تعلیم اور قانون سازی نہیں چھوڑ سکتا، کیا زنا یا بچہ یا اس قسم کا اور کوئی قانون محض اس لئے نہ بنایا جائیگا کہ اس میں الفاظ عریان آئیں گے، محض الفاظ کی عریانی کے خیال سے کوئی تعلیم نہیں ترک کیجا سکتی، آنحضرت صلیع نے اس زین اصول کو اسی قسم کے ایک موقع پر ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے: لَا تَأْتُوا الْمَنَاءَ فِي عَجَاسٍ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْفَاحِشِ عَوْرَتُونَ کے پاس غیر فطری راستوں سے نہ آؤ خدا حق کے بیان و اظہار میں نہیں شرماتا، کیا رسول اللہ صلیع کے اس ارشاد گرامی کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ جس حدیث کے الفاظ عریان ہوں وہ حدیث جھوٹی ہے،

آپ تو ما شاء اللہ خود حاکم ہیں، تعزیرات ہند نوک زبان ہوگی، آپ کی نظر سے تو بہت سے اس قسم کے قوانین گذرے ہوں گے جو آپ کے ملکوتی معیار کے لحاظ سے فحش و عریان ہوں گے، لیکن کیا آپ انکی عریانی کے خیال سے انکی قشریج نہ فرمائی ہوگی، یا انکو تحریر میں نہ لائے ہوں، اسکو تو معمولی سمجھ کا انسان بھی مانتے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا کہ کوئی تعلیم یا قانون محض عریانی الفاظ سے بچنے کے لئے نظر انداز کیا جا سکتا ہے،

آپ کہہ سکتے ہیں اور کہا بھی ہو کہ ایسے مواقع پر قرآن کی طرح استعارہ اور کنایہ سے کام لینا چاہیے تھا۔ پورے اصولی جواب کے بعد عرض ہو کہ آپ نے غور نہیں فرمایا، آپ کی نقل کردہ روایتوں میں جہاں تک ممکن تھا استعارہ ہی سے کام لیا گیا ہو مثلاً واجب الغسل مباشرت کی تمام فقہی صورتوں کو ان الفاظ اذ مجلس احد کمر بن شعبہ کے بیان سے تعبیر کیا ہو، کیا واجب الغسل مباشرت کی تمام صورتوں کو اس سے زیادہ بلیغ کنایہ سے ادا کیا جاسکتا ہو؟

یہاں تک آپ کے تنقیدی مقالہ کا جواب تھا اب میں اس امید پر چند سچ کی گذارشات کرتا ہوں کہ آپ ان پر ٹھٹھ بے بول سے غور فرمائیں گے، بعض احادیث بلاشبہ ایسی ہیں جو ہماری محدود عقل و فہم سے باہر ہیں، ان میں انفرادی عقول کو معیار قرار دینا صحیح نہیں، کہ انسانوں کی عقلیں باہم متفاوت ہوتی ہیں بہت ممکن ہو کہ ایک شخص کی خاص انسان کی عقل کے مخالف ہو لیکن وہی شخص دوسرے آدمی کی فہم کے عین مطابق ہو جسکی متعدد مثالیں اوپر جایا گذر چکی ہیں، اسکا یہ منشا نہیں ہو کہ ہر شخص یا پس کو جو حدیث کے ہم معنی ہو بلا جوں و چرا تسلیم کر لیا جائے اور عقل کو مطلق دخل نہ دیا جائے بخیرین نے خود اصول نقد میں عقل کو ملحوظ رکھا ہو کہ جو حدیث عقل صریح کے خلاف ہو وہ ناقابل قبول ہے، بلکہ مقصد یہ ہو کہ کسی حدیث کے کسی خاص انسان کی عقل کے نزدیک خلاف عقل ہونے اور واقعہ خلاف ہونے میں فرق ہو اس لئے انفرادی عقول کے بجائے عقل عمومی کا لحاظ رکھنا چاہیے،

دوسری گذارش یہ ہے کہ عقل میں بھی اسی عقل کو معیار نہ بنانا چاہیے، جیسے یورپ نے پیش کیا ہو بلکہ کچھ اپنی گروہ کی عقل اپنے مذاق اپنی روایات اور اپنی خصوصیات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے، اسی انداز میں تقلید کا یہ نتیجہ ہو کہ ہم اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یورپ ہی کی لگائی ہوئی عینک سے دیکھتے ہیں بلکہ اسی کے دل و دماغ سے سوچتے اور سمجھتے ہیں چنانچہ آج مذہب کے خلاف اسکی اصلاح کے پردہ میں جتنی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، وہ سب اسی کی صد باز گشت ہیں، لیکن ہمارے جدید مصلحین

امت یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یورپ عیسائیت کی مخالفت پر آمادہ ہو رہا ہو تو کیا ہو کہ وہ اس بیسویں صدی کے دور ترقی میں اسکا ساتھ نہیں دے سکتی اور دور حاضر کی رہنمائی سے قاصر ہو، لیکن اسلام تو انتہائی ترقی یافتہ اور ابدی مذہب ہو، جو انسانی زندگی کے ہر دور میں خواہ وہ کتنا ہی بلند اور ترقی یافتہ کیون نہ ہو، اسکا ہادی و رہنما اور اس کی تمام دنیوی اور اخروی ضروریات کا کفیل ہو، کیا یہ قرن دانستہ ہی ہے کہ ہم محض اس ریس میں کہ چونکہ یورپ اپنے اس ناقص مذہب کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہو، جو اس کی موجودہ ترقی میں اسکا ساتھ نہیں دے سکتا، ہم بھی اپنے "دین کامل" کی سچ کنی پر آمادہ ہو جائیں؟ ہم کو تو اسلام کے "سراج منیر" کی روشنی میں خود یورپ کو راہ دکھانی چاہئے نہ کہ اسے اس شمع ہدایت پر پھونک ماریں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ عوام کے بدعات و خرافات کو مذہب کا درجہ دیکھا، اور نہ اس پر کسی کو اصرار ہے کہ موضوعات کو صحیح مان لیجئے، اور نہ اس پر کہ گذشتہ علماء اور مجتہدین کے تنہا اجتہادات اور مستحکات کو ضروری تسلیم کر لیجئے، مگر یہ کیا قیامت ہے کہ آپ قرآن کو تحریفات اور احادیث و سنن کو مکذوبات قرار دیکر پھر اسلام کی تجدید و اصلاح کا دعویٰ کیجئے، اذکار اس نکتہ پر انصاف کے ساتھ غور کیجئے، وحی الہی اور سنت نبویؐ یہ دونوں چیزیں باہم لازم ملزوم ہیں، ایک کے چھوڑنے سے دوسری کبھی زندہ نہیں رہ سکتی، ان دونوں کا باہم رشتہ ایسا ہی ہو، جیسے قانون اور ضوابط کا، کہ ضابطوں کے علم کے بغیر قانون پر عمل کرنا، مشکل بلکہ محال ہو، اور قانون کے بغیر تنہا ضابطے بیکار ہیں، واللہ علی من ابتغى الهدی،

کتاب کا

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری قیمت پندرہ روپے

چین میں اشاعت اسلام

از

مولوی عبدالقدوس ہاشمی ندوی سب ڈیڑم گیارہ

اسلامی تاریخ کے واقعات جس طرح محفوظ ہیں، اسکا اقتضاتو یہ تھا کہ چین میں بھی اس مذہب کے ابتدا کی پوری تاریخ محفوظ و مرتب ہوتی اور نہیں کہا جاسکتا کہ مرتب و محفوظ نہ ہوگی، قرون وسطی کے عالمگیر فسادات میں جس قدر اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کے علمی خزائن ضائع ہوئے، شاید کبھی دینا نے اتنا بڑا علمی نقصان نہ سہا ہوگا، لیکن یہ کہ ان میں چین کی اسلامی تاریخ وہاں اسلام کا داخل ہونا، اس کا پھیلنا اور یہاں تک کہ شیعوں کی ایک بڑی تعداد کا حلقہ بگوش اسلام ہو جانا، یہ تمام واقعات محفوظ ہوں، ان کے بھی علماء اسلام نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوں، مگر افسوس کہ آج عربی، انگریزی، اردو اور فارسی زبان میں اس کے متعلق اطمینان بخش سرمایہ موجود نہیں، جو چین میں اسلام کی رفتہ رفتہ اشاعت و ترقی کا صحیح نقشہ بتا سکے،

یورپ میں مصنفین کا تو ذکر ہی کیا کہ ہجر اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے کسی نے حتی کہ ہسٹری آف ورلڈ اوپس ہسٹری آف نیشنس کے مرتبین نے بھی چین میں اسلام کا مطلق ذکر ہی نہیں کیا، مسلمان اور مشرقی مصنفین نے بھی جو کچھ لکھا ہے، وہ بھی ایک ہلکے سا خاکے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا،

چینیوں کا بیان ہے کہ چین میں اسلام کی ابتداء شاہ مایچونگ کے عہد سے ہوئی، اس بادشاہ کا زمانہ ساتویں صدی عیسوی ہے، ان کے بیان کے مطابق سب سے پہلا مسلمان خاندان بنو ت کا ایک ابن حمزہ نامی چین میں آیا، یہ شخص تین ہزار ساتھیوں کے ساتھ اگرچہ ان یوں رہنے لگا، اور اس کے

بعد ہجرا اور مسلمان بکری و بڑی راستوں سے آتے رہے، اور یوں نان کے قریب قریب آباد ہوئے، یہاں یہی وجہ ہے کہ چین کے اور صوبوں کی نسبت یوں نان میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے،

چین کے بعض مورخین کا بیان جو ہم تک فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا کے ذریعہ پہنچا ہے، وہ یہ ہے کہ شہنشاہ چین موصل چین پر عرب لیٹرون کا ایک گروہ ظاہر ہوا، یہ کنائے پر پڑی ہوئی کشتیاں چرائی گئے تھے، کچھ دنوں کے بعد یہ وہیں کنارے پر اگر آباد ہو گئے، حکومت کی کمزوری نے ان کو وہاں رہ کر پھیلنے پھولنے کا موقع دیدیا، اور آہستہ آہستہ وہ کاروبار سلطنت میں بھی حصہ لینے لگے، یہاں تک کہ ایک صدی کے بعد وہ حکومت کا غالب عنصر بن گئے،

مندرجہ بالا بیان خود چینی مورخین کا ہے، مگر عربی تاریخوں میں اس ابن حمزہ نامی شخص کا کہیں نام نہیں ملتا، اور نہ کوئی ایسا قصہ ملتا جو اس فسانہ کی کسی حد تک بھی تائید کرتا ہو، مسعودی نے اپنی تاریخ میں چین میں ایک مسلمان کی آمد کا قصہ البتہ بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ کہ ایک قریشی عرب جو ہبہ بن اسود کے خاندان سے تھا شہر سیراف میں آیا، آدمی چالاک و چست تھا، بچلانہ بیٹھ سکا، کسی کشتی پر ٹھکر ہندوستان روانہ ہو گیا، مدتوں شہر بہ شہر مارا پھرا، یہاں تک کہ چین جا پہنچا، یہاں یہ شخص شہر خانقہ میں مقیم ہوا، سیاحت کی غرض سے وہ چین کے شہروں میں گھومنے لگا، چین کا دار السلطنت اس وقت ہمدان تھا، جب یہ شخص یہاں پہنچا تو اس نے بادشاہ سے بھی ملاقات چاہی، چنانچہ مدت تک وہ اسی امید میں باب عالی پر پڑا رہا، مہینوں کے بعد اس کی عرضی دربار میں پیش ہوئی، اس عرضی میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں رسول عربی کے خاندان کا ایک شخص ہوں، اور اس دیار میں سیاحت کے لئے آیا ہوں، بادشاہ حکم دیا کہ اس شخص کو شہر خانقہ میں بطور شاہی مہمان کے ٹھہرایا جائے اور ساتھ حاکم خانقہ کو یہ بھی لکھ بھیجا کہ اس شخص کے صحیح حالات معلوم کر کے بارگاہ سلطانی میں پیش کئے جائیں، حاکم خانقہ نے لکھ بھیجا کہ واقعی یہ شخص رسول عربی کے خاندان کا ایک آدمی ہے، اور چین تجارت و سیاحت کے سلسلہ میں آگیا

ہے اس کے بعد بادشاہ نے دربار میں بلایا اس عربی شاہ چین کے دربار میں حاضر ہو کر اسلام اور تعلیمات اسلام پر دیر تک گفتگو کی، بادشاہ اسکی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور بہت سے انعامات کے ساتھ اسے عراق بھیج دیا اس کے بعد دربار دمشق سے حکومت چین کے تعلقات قائم ہو گئے اور چین میں مسلمانوں کی آمد و رفت بڑھنے لگی۔

مکن ہے کہ ابن حمرہ کے نام سے چینی مورخین نے اسی شخص کا ذکر کیا ہو، مگر تین ہزار آدمیوں کے ساتھ اگر آباد ہو جانے کا کہیں تاریخ سے پتہ نہیں چلتا،

تو ایسے عرب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے چینی ترکستان میں آئے چنانچہ ۳۹۶ء میں کاشغر دارالاسلام بنالیا گیا تھا اس سلسلہ میں سلم بن قتیبہ باہلی مشہور سپہ سالار نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے حکم سے کاشغر پر حملہ کیا اس حملہ کا مفصل حال ابن اثیر نے اس طرح لکھا ہے کہ:

سلم بن قتیبہ باہلی مجاہدین کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ چین کی طرف روانہ ہوئے، بحر قزق میں اہل و عیال کو چھوڑ کر یہ لوگ آگے بڑھے اور فرغانہ تک بلاروک ٹوک بڑھتے چلے گئے اب اس کے آگے کوہ عصام کی گھاٹیوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا اس لئے انھوں نے ایک دستہ سہل راستہ کی تلاش میں روانہ کیا ان علاقوں میں کئی جگہ معمولی لڑائیاں بھی ہوئیں جنہیں مسلمانوں کو کافی مال غنیمت ہاتھ آیا یہ لوگ کاشغر تک اسی طرح چلے آئے، شاہ چین نے مسلم بن قتیبہ کو کہلا بھیجا کہ وہ چند سمجھ دے اور شریف آدمیوں کو بطور اٹھی کے ہمارے پاس بھیج دین، جو ان کے مذہب، اعتقادات اور تعلیمات سے ہمیں اچھی طرح باخبر کر سکے سلم بن قتیبہ نے دس وجیہ اور سمجھدار آدمیوں کا انتخاب کیا اور ہبیرہ بن شمرج کلانی کو امیر بنا کر روانہ کیا، چلنے دقت ہبیرہ کو سمجھا دیا کہ بادشاہ سے کہ دینا ہم نے قسم کھائی ہے کہ زمین کو پیردن سے روند دین گے، پیشانیوں پر غلامی کی مہر لگا دیں گے، اور تم سے جزیہ وصول کریں گے اور کہ دنیا کہ ہم اس کے بغیر واپس نہیں جاسکتے۔

یہ وفد ہبیرہ بن شمرج کلانی کی سرکردگی میں روانہ ہوا، انواع و اقسام کے تحائف بھی ساتھ تھے، دربار میں پہونچ کر آداب و القاب کے بعد اسلامی تعلیمات پر گفتگو شروع ہوئی، آخر میں شاہ چین نے کہا کہ جاؤ اور اپنے سردار سے کہہ دو کہ تمھاری قلت تعداد ہمیں معلوم ہے، اپنی جانوں پر رحم کر دو اور زمین چلے جاؤ ہبیرہ نے اس تهدید کے جواب میں مسکرا کر کہا مجھے نہایت تعجب ہے کہ اس لشکر کو قلیل اور بھڑا بتا رہے ہیں، جبکہ اگلا حصہ تو آپ کے سامنے ہے، اور پچھلا حصہ رستہ یونوں کے باغ (شام) میں ہے، رہا آپ کا قتل و خون سے خوف دلانا، اس کے بارے میں میں جناب کو یقین دلادینا چاہتا ہوں کہ ہماری موت کا وقت مقرر ہے اجل اس وقت اور صرف اسی وقت آئیگی، جب یہ وقت آجائے تو ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں اپنی جانیں نثار کر دیں، ہماری قوم ایسی موت کو ہمیشہ خوش قسمتی شمار کرتی رہی ہے، اس کے بعد ہبیرہ نے سردار سلم بن قتیبہ کا پیام پہونچایا، اور کہا کہ ہمارے سردار نے آپ کے پایہ کی خاک کو پیردن سے روند دینے، غلاموں کی پیشانیوں پر اپنی مہر لگا دینے اور آپ سے جزیہ وصول کر لینے کی قسم کھائی ہے، وہ اس کے بغیر ہرگز واپس نہیں جاسکتا، شاہ چین اس وقت اپنے داخلی فنون کی وجہ سے بہت پریشان تھے، اس لئے انھوں نے مسلمان سردار کی قسم پوری کر دینے کا انتظام کیا اور پایہ تخت کی مٹی غلام اور جزیہ کی ایک بہت بڑی رقم سمجھ دی، مسلمانوں نے بھی کسی وجہ سے اس وقت جنگ مناسب نہ جانی اور جزیہ قبول کر کے قسم پوری کر لی گئی، اسی واقعہ کے متعلق ایک عربی شاعر سواد بن عبد الملک اسلوبی لکھتا ہے:-

لا عیب فی القدر الذین بعثتھم
للصین ان سلکوا طریق الملتح
اکسروا الحفون علی القذی غوری
حاشی الکریم ہبیرہ بن شمرج
ادیہا ساند القی استدعیہ
فاناک من حیث الیمین یخرج

اسی غزوہ میں مسلم بن قتیبہ کو خلیفہ ولید کے انتقال کی خبر ملی، اور اسی سال وہ خود بھی قتل

کرو یا گیا، یہ بعید نہ تھا کہ اگر یہ جوان ہمت سپہ سالار کچھ دنوں اور زندہ رہتا تو دوبارہ چین پر حملہ کرتا، بلاشبہ اس کے بعد سے مسلمانوں کی آمد شد چین میں بڑھتی گئی، اور یہاں تک کہ چین کی آبادی میں مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ پیدا ہو گیا،

سلسلہ میں مولیوں کی خلافت کا مشرق سے خاتمہ ہو گیا، اس وقت سے عباسیوں کا دوسرا شروع ہوتا ہے، چین سے تعلقات بدستور باقی رہے، اگرچہ عربی تواریخ میں ان کے تعلقات کا کوئی مفصل بیان موجود نہیں ہے، مگر تاہم جابجا مختلف اوقات میں آمد رفت کا پتہ چلتا ہے،

عبد العزیزی قوچی ایک چینی عالم ہیں جو مدت تک ترکستان میں بھی رہے ہیں، سلطان عبدالحمید خان کے دور میں قیطنینہ میں تھے، انھوں نے ترکی زبان میں اسلامی چین پر ایک رسالہ لکھا ہے، اس رسالہ کا عربی ترجمہ شیخ محمد مصری قاہرہ کے ایک اخبار نویس نے کیا ہے، یہ رسالہ اس وقت میرے پاس موجود ہے، اس میں فاضل موصوف کا بیان ہے کہ بلاد چخوریہ میں قوچی کے شمالی حصہ میں سویدوں کا پورا قلعہ جب چینی حکومت نے مسمار کرنا تعمیر کرنا شروع کیا تو قلعہ کی دیواروں اور کھنڈروں سے بہت سے قدم کے ٹکڑے، ان میں سے ایک سکہ مجھے بھی مل گیا تھا، وہ آج تک میرے پاس محفوظ ہے، یہ سکہ ربیع الثانی سے کچھ بڑا ہے، اس پر کوئی خط میں دونوں طرف مندرجہ ذیل عبارت مرقوم ہے:

ربیع الثانی ۴۰۰ھ - لا الہ الا اللہ - اس کے چاروں طرف حلقہ میں: بسم اللہ الرحمن الرحیم صوبہ ہندوستان

فی منۃ احدى دستین و مایتہ

پشت: محمد رسول اللہ اس کے چاروں طرف حلقہ میں: ہو الذی اسرسل رسولہ بالکھدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلمہ ولو کرا الکافرون،

یہ زمانہ خلیفہ ہمدانی عباسی کا ہوگا، اس کے سکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان علاقوں میں مسلمان آتے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ یہ سکہ بھی آگیا ہوگا، کیونکہ اس علاقہ میں خلیفہ ہمدانی کی حکومت

تو یقیناً کبھی قائم نہیں ہوئی، اور نہ عرب مورخین ضرور لکھتے، یقیناً یہ سکہ تاجر کے ساتھ یہاں آئے ہوئے ہیں ابن اثیر حرزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلسلہ میں چین میں ایک شخص ظاہر ہوا جس نے جرائم پیشہ جوانوں کا ایک گروہ ساتھ لیکر شہر خائفو کا محاصرہ کیا، آگے چل کے اسی واقعہ کے سلسلہ میں شہر خائفو کی نسبت لکھتا ہے:-

وہی حصینہ ولہا نہم عظیم و لہا عالم کثیر من المسلمین و المضاری و اللہو و الجوس و غیر ہمد من الصين،

یہ تیسری صدی کا واقعہ ہے، اور پھر اس کے بعد چینی مسلمانوں کے حالات عربی تواریخ میں بکثرت مل جاتے ہیں، ابو العباس احمد قلعشندی متوفی ۱۱۸۰ھ نے شریف حسن بن الجلال سمرقندی سے بیان کیا ہے: "چین میں سلطان خان کی سلطنت ہے، بادشاہ اگرچہ غیر مسلم ہے، مگر یہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے، بادشاہ ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتا ہے، یہی لوگ اس کی سلطنت کے جزو اعظم اور روح رواں ہیں، قاعدہ ہے، کہ جب کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے، اور اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کر دیتا ہے تو اس کو بدلے میں قتل نہیں کرتے بلکہ اس سے دیہ لیتے ہیں، مگر یہاں قتل کے واقعات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں، یہاں کے انتظامات بہت درست ہیں، چین کے شاہی خاندان میں اسلام نہیں داخل ہوا، بجز اس تھوڑے حصہ کے جو چنگیز خان اور اس کی اولاد کے زیر نگیں رہا، ابن خلدون نے ترکوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"ان کی ایک چھوٹی سی سلطنت تھی جو ترکستان چینی اور کاشغر کے علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی، اس سلطنت کے لوگ اس دیار میں بہت زیادہ اسلام پھیل جانے کے بعد اسلام لائے، ان میں اور سامانیوں میں جو بنی عباس کی طرف سے ماوراء النہر علاقہ میں حکومت کرتے تھے ہمیشہ صلح و

لہ شریف چین ان ریاہوں میں جو چوٹ سالہ انشا کا سفر کیا، یہ سیر کئی سال تک چین میں بھی رہا تھا، (صبح الاغشی)

جنگ رہا کرتی تھی

یحییٰ ابن علی انسابی کاتب جلال الدین خوارزم شاہ نے تاریخ خوارزم میں لکھا ہے کہ چین قدیم زمانے سے نو ٹکڑوں پر منقسم ہے ان میں سے ہر ایک ٹکڑے پر ایک سردار حکومت کرتا ہے جو انکی اصطلاح میں خان کہلاتا ہے یہ خان اعظم کا نائب ہوتا ہے چنگیز خان بھی ایک صوبہ دار خان تھا اس نے طاقت حاصل کر لی اور خان اعظم ہو گیا مدت تک اسکی اولاد مسلمانوں کی بیخ کنی میں مصروف رہی یہاں تک کہ اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے ایک بادشاہ نے اسلام قبول کر لیا

ابن خلدون نے جہان ترکستان کا شغور اور اورا النہر میں چغتائی سلطنت کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ سب پہلے نجوس تھے اور مسلمانوں سے سخت بغض رکھتے تھے مگر جب ترانشین تخت پر آیا تو ہشتہ میں اسلام لے آیا اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی میں بڑی دیکھی لینے لگا اس کے بعد سے سلطنت کا مذہب اسلام رہا

ابوالقداس نے اپنی تاریخ میں دمرش خان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دمرش خان چنگیز خان کی اولاد سے تھا جب دوشی خان نے انتقال کیا تو اس کی جگہ ناٹو خان تخت نشین ہوا اس کے بعد اسکا بیٹا طوطو خان تخت پر آیا اس بادشاہ نے کوئی اولاد نہ چھوڑی اس لئے اس کی جگہ اسکا بھانجہ برکت خان واریت تخت و تاج ٹھہرا برکت خان مولانا شمس الدین یاخوری کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا یہ بزرگ ان دنوں بخارا میں مقیم تھے یہیں سے انھوں نے برکت شاہ کو دعوت اسلام لکھ بھیجی تھی اللہ نے اسکو ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا مولانا سے ملنے کے لئے وہ بخارا بھی آیا تھا اس کے ساتھ او بہت سے غیر مسلم ملازمین بھی تھے مولانا نے غیر مسلموں کے ساتھ ملنے سے انکار کر دیا اس کے بعد وہ اکیلا مولانا سے ملا اس بادشاہ نے بہت سی مسجدیں و خانقاہیں تعمیر کرائیں اس کے بعد ازبک بن طغر بک سے اور خربند و کمار بن ہلاکو وغیرہ اسلام لائے (Ala Reclama) جزائیہ

کی شہور کتاب میں ہے کہ بلاد کائنات کے باشندے پہلے لانا کے پرستار تھے یہ نسا طرہ کہلاتے تھے جب چغتائی بادشاہ مسلمان ہو گیا تو اس کے ساتھ تمام شمالی و مغربی باشندے بھی اسلام لے آئے اس کے بعد ان لوگوں میں مشرقی ترکستان کے باشندے آکر ملتے رہے مسلمان مغلوں کی بھی ایک بڑی جماعت ان میں آکر ملی اس طرح چین میں مسلمانوں کی کافی تعداد ہو گئی

ابن بطوطہ جب چین آیا ہے اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہو چکی تھی یہ آخر اٹھویں صدی کا زمانہ ہے اس وقت چین میں مسلمانوں کی حالت کے متعلق اپنے سفر نامہ کے جز چہارم میں لکھتا ہے
 ہ فی کل مدینۃ من مدن الصين مدینۃ للمسلمین یفخرون فیہا یسکنون
 ولہم فیہا المساجد القامۃ الجمیعة و ہم عظمیٰ و محترمون
 چین کے ہر شہر میں مسلمانوں کا ایک الگ شہر آباد ہے جس میں صرف مسلمان ہی رہتے ہیں وہاں انکی جمعیۃ مسجدین ہیں مسلمان چینیوں میں محترم و معظّم شمار ہوتے ہیں

سیاح موصوف شہر زیو نہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہاں اور تمام بلاد چین میں ہر شخص کے باغ اور اس کی کھیتیاں اس کے مکان کے گرد ہیں جیسا کہ میرے وہاں سچلما سے سین مکان او کھیتی وغیرہ سب ایک ہی جگہ ہوتی ہے یہاں مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ مل کر رہنا پسند نہیں کرتے بلکہ شہر کے ایک حصہ میں ان کی الگ آبادی ہوتی ہے اس کے بعد ان علماء و افاضل کا ذکر کرتا ہے جن سے وہاں ملاقات ہوتی ہے لکھتا ہے کہ میں یہاں تاج الدین اردبیلی سے ملا یہ بڑے فاضل و کریم آدمی ہیں اس شہر کے قاضی یہی ہیں شیخ الاسلام کمال الدین عبداللہ الاصفہانی سے ملاقات کی یہ بڑے ولی اللہ اور صالح بزرگ ہیں ان کے علاوہ تاجرون کا بھی ذکر کیا ہے شرف الدین تبریزی ایک بہت بڑے تاجر کے متعلق لکھتا ہے کہ ان سے یہاں ملاقات ہوئی یہ وہی تاجر ہیں جن سے میں نے ہندوستان میں عرض لیا تھا یہ لوگ چونکہ کفار میں آباد ہیں اس لئے جب کوئی مسلمان بلاد اسلامیہ سے ان کے یہاں آتا ہے

تو یہ بڑی قدر کرتے رہے جب تک ان کے یہاں رہتا ہو خیر و برکت سمجھتے ہیں۔

چین کبریٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کے فوج میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے، ان کے شہر آباد ہیں جن میں ان کی جوامع آباد اور مدرسے ہیں، چین کے ہر شہر میں ایک شیخ الاسلام اور ایک قاضی ضرور ہوتا ہے، ان کے تمام امور ان ہی سے متعلق ہوتے ہیں، میں یہاں ایک فاضل و دولتمند شخص احمد الدین کے بیان میں ہوں۔

شہر قنجوق کے بارے میں لکھتا ہے کہ مسلمان اس شہر میں تیسری فیصل کے اندر آباد ہیں، یہاں میں شیخ الاسلام ظہیر الدین قرلائی کے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں، یہ شہر چھ ٹکڑوں پر منقسم ہے، دوسرے میں یہود و نصاریٰ آباد ہیں اور تیسرے میں مسلمان رہتے ہیں، یہاں ان کی بڑی بڑی مسجدیں اور مدارس ہیں، اس شہر میں عثمان بن عفان مقرر کی اولاد کا ایک خاندان آباد ہے، یہاں ان کی ایک خانقاہ بھی ہے جو خانقاہ عثمانیہ کہلاتی ہے، یہ لوگ یہاں کے باشندوں میں سربرآوردہ و محترم شمار ہوتے ہیں۔

ان بیانات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ چین میں اسلامی آبادی روز بروز بڑھتی ہی، اور آٹھویں صدی ہجری تک بہت کافی تعداد ہو چکی تھی، مگر اب اسے اسلام کے متعلق کوئی صحیح حال معلوم نہ ہو سکا ہے کہ چین میں مسلمان کب کس طرح اور کیونکر پہنچے،

انگریزی اور دوسری یورپین زبانوں میں اسلامی چین پر مجلدات و اسفار لکھے جا چکے ہیں مگر زبان بھی ابتدائی واقعات کا فقدان ہے، اور یہ صحیح ہے کہ مسلمان بحری راستے سے پہنچے یا بری راستے سے؟

سٹرٹس سان (Heer Sant) نے اپنی کتاب (Mohammad -

caution in China)

کتابا میں کہ مسلمان چین میں کنہزول شدہ چینی بادشاہ کی مدد سے آئے، اس نے پوشیدہ

طور پر راء النہری علاقے سے کچھ مسلمانوں کو اپنے پاس بلالیا اور ان کی مدد سے اپنی چھوٹی سی ریاست قائم کر لی، یہی وجہ ہے کہ چینی فوج و محافظین قلعہ میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، اور اعراد و قواد میں صرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے بیان کے مطابق مسلمان چین میں تجارت کے ذریعہ داخل ہوئے، عباسیوں کی حکومت کے ایک مضبوط و مستحکم حکومت ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی بحری تجارت نہایت عظیم و سکون کے ساتھ ہونے لگی، چنانچہ ان کے جہاز خلیج فارس سے ساحل چین و ہند تک آتے جاتے رہے، اس طرح روز بروز باہمی اختلاط نے اس مذہب کی اشاعت شروع کر دی، مگر اس کے بعد خشکی کی وجہ سے بھی مسلمان شمالی چین میں آئے۔

باقی

اجہاد فی الاسلام

از

مولوی ابوالعلا صاحب مودودی رفیق اعزازی دارالمنین

جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور اسلام کے قوانین جنگ و صلح معترضین کے جوابات اور شکوک و شبہات کا ازالہ اسلامی قانون کا دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں کے قوانین جنگ سے مقابلہ و موازنہ اور موجودہ یورپین قوانین جنگ پر مفصل تبصرہ اور ان پر اسلامی قانون کی برتری، لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۲۹۲ صفحے، قیمت للحد

در منہج

تخلص تبصرہ

قدیم اردو بول چال

اردو زبان کی ابتدائی تاریخ کا مسئلہ گواہ تک زیر پرہ ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ دارالفنون کے گلزار معارف مولف مولانا سید عبدالحی صاحب مرحوم، جسے شایع کی لوگوں کی ادھر توجہ ہوئی، صوفیوں اور بادشاہوں کے ملفوظات تلاش ہونے لگے اور بہت سے فقرے ڈھونڈ کر نکالے گئے، یہ شوق اب ہندوستان سے نکل کر یورپ تک پہنچا ہے اور ٹیل اسٹڈز آف لندن کے رسالہ جلد ۶ حصہ اول میں سر گریمیلے (Graham Bailey) کا ایک مضمون شایع ہوا ہے جس میں موصوف نے اردو کی مختلف کتابوں سے اردو کے ان ابتدائی فقروں کو جمع کیا ہے اور شاید بعض فقرے انھوں نے خود بھی تلاش کیے ہوں وہ لکھتے ہیں:-

”اردو کی ابتدا کے تمام حالات تقریباً ادبی یا اسی طرح کی دوسری کتابوں میں ملتے ہیں تاہم دو قسم کی کتابیں ایسی ہیں جن میں قدیم اردو بول چال کے فقرے ملتے ہیں، اول بزرگان دین کی سوانح و خصوصیات اور گجرات میں جن کے پیروں نے ان کے اقوال اور حالات قلمبند کر لئے ہیں اور کہیں ان کے اصل الفاظ کو بھی نقل کر لیا ہے، دوم فرشتہ و ابوالفضل وغیرہ کی تاریخیں جن میں بادشاہوں کے منہ سے نکلے ہوئے اردو جملے ملتے ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ اپنے طبقوں میں بھی اردو اکثر بول چال میں استعمال کی جاتی تھی اگرچہ سرکاری زبان فارسی ہی تھی، ان پرانے اردو فقروں میں سے چند محو شیرانی

شمس قدقادی اور عبدالحی ندوی کی تصنیفوں میں ملتے ہیں بعض مطبوعہ کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض قلمی نسخوں سے لے گئے ہیں، ان کو ان فقروں کی قدامت کا تعین ہم نہیں کر سکتے تاہم وہ ہمارے شکوک کے باوجود کافی دلچسپ ہیں، اگر اوپر سے طور پر چھان میں کیجائے تو اس قسم کے اور بہت سے فقرے ہمو مل سکتے ہیں،

بول چال کے فقروں میں سے پہلے میں ایک شعر نقل کرتا ہوں، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ڈوبار کے ترکی دیوان سے لیا گیا ہے، اسکا ڈیڑھ مصرعہ اردو میں ہے،

محکا نہ ہوا کچھ ہوس مانک دھوتی فقراہلینہ میں بولعوسید درپانی فروئی

(یعنی مجھ کو جوتا ہوا اور دھوتی کی خواہش نہیں ہے، فقرا کو پانی اور روٹی کافی ہے) ڈوبار کے دیوان کا یہ قلمی نسخہ نواب صاحب ام پور کے کتب خانہ میں ہے اور وہ ۱۵۲۹ء کا لکھا ہوا ہے شیخ فرید الدین گنج شکر (متوفی ۷۸۰ھ) اپنے ایک دوست کو بھیجا ”کہا کرتے تھے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ ذہن کا مقام کہاں ہے، فرمایا ”سچ سر کے“ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی (متوفی ۸۳۵ھ) نے ایک دوسرے بزرگ سے انکما موازنہ کرتے ہوئے اپنے خلیفہ سے فرمایا ”تم اوپر سے تھے“ (فرشتہ) خواجہ بندہ نواز کا ایک جملہ آپ کے ایک مرید عبدالقدیر رحمان چشتی نے اپنی تصنیف ”عشق نامہ“ میں نقل کیا ہے:-

”بھوکوں موے سو خدا کچھ پرتا ہے، خدا کو اپنے کی استعداد اور ہر ایک روز ایک دوست نے آپ سے کہا“ خواجہ برہان الدین بالاہو“ آپ نے جواب میں فرمایا ”ہو نو کا چاند بالاہو“ یعنی پورا چاند بند ہے تاریخ فیروز شاہی کی روایت ہے کہ فیروز شاہ تغلق (۷۵۰ھ) نے سندھ فتح کر کے بعد یہ کہا ”برکت شیخ دیا

۱۔ معارف: مضمون محاکر کو غلط فہمی ہوئی، یہ فقرہ فیروز شاہ تغلق نے نہیں کہا تھا، بلکہ ۷۵۲ھ میں محمد شاہ تغلق کے دربار پر حملہ کرتے ہی وفات پانے اور ۷۵۳ھ میں فیروز شاہ تغلق کے حکم سے سندھ کے ناکام رہ جانے پر سندھیوں نے کہا، رد کید فیروز شاہی سراج حنیف جلد ۲، کلاک ۱، ۲۵۳ معارف: ۱۔ واک کی جگہ تھپا چلا ہے،

اک ہوا اک تھا ذی شمع کی برکت سے ایک مرگیا ایک نہ مر (۱) فیروز شاہ تغلق کے جانشینوں نے ان غلاموں
میں سے بیشتر کو نکال دینے کے احکام صادر کئے جنہیں فیروز شاہ ہندوستان کے دوسرے حصوں سے
لایا تھا بہت سے روپوش ہو گئے اور جب گرفتار کئے گئے تو انھوں نے دہلی کے باشندے ہونے کا
دعویٰ کیا چنانچہ انکا امتحان ہون لیا گیا کہ ان سے خراکھری صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کو کہا گیا
لیکن وہ اسے اہل باشندگان شہر کی طرح نہ ادا کر سکے قطب عالم گجرات کے شہور بزرگ جبکا وصال
شہداء اور شہداء کے درمیان ہوا ان کے صاحبزادہ کا نام سراج الدین تھا شاہ بارک اللہ چشتی نے
برہان الدین کا نام شاہ عالم رکھا یہ سکران کے والد نے فرمایا چشتیوں نے پکاٹی اور بخاریوں نے
کھاٹی قطب عالم اور شاہ عالم بخاری تھے

مرآۃ سکندری میں چھ جگہ منقول ہیں ان میں سے دو قطب عالم کی جانب منسوب ہیں جبکا ذکر
ابھی ہو چکا ہے ان جملوں کی تاریخ تقریباً ۱۰۰۰ھ ہے ایک روز فجر کی نماز کو جاتے ہوئے انکا پیر کسی ٹھوس
جیز سے زخمی ہو گیا جیز میں پر پڑی ہوئی تھی انکی زبان سے میرا ختم یہ فقرہ نکلا "لو ہے یا لکڑیا پتھر یا کیا پتھر
دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ شہابیہ کا ایک ٹکڑا تھا جس میں ان تینوں کی صفیتیں پائی جاتی ہیں جب ان کے
صاحبزادہ شاہ عالم کی منسوب کو محمد شاہ فرما کر لے گجرات لے لیا اور دوسری بہن کی
نسبت جو حسن و جمال میں کمتر تھی شاہ عالم سے ہوئی تو انھوں نے اپنے والد سے شکایت کی اس پر
قطب عالم نے فرمایا "بے ترانہ صیب دہون دیجہ" (یعنی بیٹے تیری قیمت میں دونوں ہیں) یہ پیشگوئی

سے معارف میں ترتیب صحیح نہیں صحیح یہ کہ ایک مرگیا ایک بھاگ گیا

سے معارف میں حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب پنجاب میں اردو سندھ میں اس موقع پر سلطان فیروز شاہ غلامی
شہداء کا نام لکھا ہے جو صحیح نہیں سلطان فیروز شاہ تغلق چاہئے اسی طرح ۱۰۰۰ھ میں فیروز شاہ غلامی کا نام سندھ کے
فتح کے سلسلہ میں حافظ صاحب نے لکھا ہے وہ بھی اسکا سہو قلم ہے

سے معارف میں صحیح کھراکھری

پوری ہوئی کیونکہ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ اپنی بہن شاہ عالم کی بیوی کے پاس چلی گئی اور
اس بہن کے انتقال کے بعد اس نے شاہ عالم سے نکاح کر لیا

ایک دوسرا تاجہ خود شاہ عالم کی طرف منسوب ہے سلطان احمد شاہ بادشاہ گجرات نو عمر شہزادوں
میں سے ایک شہزادہ محمود شاہ نامی کی جان کا خواہاں تھا محمود شاہ کو شاہ عالم نے اپنے مکان میں پناہ
دے رکھا تھا بادشاہ بغیر اطلاع شاہ عالم کے مکان پر پہنچ گیا لیکن اس دلی اندھ نے اس لڑکے کو ایک
مرد بزرگ بنا دیا جس وقت بادشاہ اندر داخل ہوا شاہ عالم نے لڑکے سے کہا پڑھو کرے (یعنی پڑھو
بڑھو) لڑکے کو نہ پا کر احمد شاہ واپس گیا یہی محمود شاہ ۱۰۵۹ھ سے ۱۰۸۰ھ تک گجرات کا حکمران تھا

ایک مرتبہ اپنی توہین پر اس نے کہا "نچی سیری ہر کوئی جھوٹے سکند شاہ کی طرف جو ولعید سلطنت
تھا اور بعد میں ڈھائی ماہ کے لئے گجرات کا بادشاہ ہوا یہ قول منسوب کیا جاتا ہے پیر مومل جوگی ہوا
جب بہادر شاہ بادشاہ گجرات کو رومی خان کی نگرانی سے ۱۰۵۲ھ میں ہمایوں کے مقابلہ میں شکست
ہوئی تو اس کا طوطا ہمایوں کے ہاتھ آیا جس وقت رومی خان کی آمد کی اطلاع ہمایوں کے سامنے
کی گئی طوطے نے چیخنا شروع کیا "پھٹ رومی خان حرا خور پھٹ رومی خان حرا خور" یعنی لعنت ہو
رومی خان نگرانی پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ طوطے نے بہادر شاہ کے محل میں اکثر سنا تھا شیخ وجیہ الدین
علوی بھی گجرات کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے ان کے مریدوں نے ان کے اقوال کو بکھرا تھا لائق
نامی ایک کتاب میں جمع کیا ہے ان میں سے بعض حسبِ بل ہیں یہ سنکر کہ شیخ فضل اللہ نے درس و تبارک
کر دیا انھوں نے فرمایا "جب ترقی پکڑیں گے تب آپ سے درس دیئے" دوسرا منقولہ یہ تھا اس سے اور کیا
خوب ہے اس دنیا میں کہ دل خدا منوشو ل ہوئے پھر فرمایا عارف اسے کہوے جو خدا سے بھرا ہو

ایک اور موقع پر فرمایا اگر کسی کو تھوڑی بھی صفا ہوئے جو حرام لقمہ کھاے یا حرام فعل کرے تو تک
پاؤں اور دوج بار بھی پاؤں تیرے بار بھی پاؤں "شاہ ہاشم علوی شیخ وجیہ الدین کے بیٹے تھے ان

اقوال ایک مریضہ مقصود العاشقین میں جس کے ہیں ان میں سے تین یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

”دینا چھوڑے شیخ کہا سے یہ حجاب تجھ ہوئے ناسے

دینی شیخی سو یک میدان پہلے جھوٹے دوسرے شیطان“

”ہاشم جی کی سنئے بات، جتنے رکھی باسی بھات اس کا جادے ہاتے بات“

”باپ کے اتا دیوے سو پوت، باپ نہ دیوے سو سچوت، باپ کا دیا چھینے سو کپوت“

اسی کتاب میں شاہ نظام الدین کا جو وجہ الدین کے شاگرد تھے یہ مقولہ منقول ہے،

نظام بندگی کرے تو کیا ہوئے، اول جس کا نہ دل صفاء

جامہ سوندرے میں ڈوب رہا، اسے خوشبو لگائے تو کیا نفع

”عز“

ہندوستان میں اسلام کی جولت

ہندوستان میں جدید تعلیم کا رواج عیسائی انگریزوں نے جس غرض سے دیا تھا، اس کا مقصد یہ

تھا کہ رفتہ رفتہ اس مذہب سے مسلمانوں اور ہندوؤں کے پرانے مذہبی جذبات مٹا ہو جائیں گے، اور وہ

ہندوستان میں چین کی مانند سوئینگے لیکن فطرت اپنے انتظام سے معطل نہیں کیجا سکتی، مذہبی

جذبات تو فنا ہو گئے، مگر ان کی جگہ سیاسی قومی اور وطنی جذبات نے لے لی، اور نتیجہ وہی ہوا، گونا

سیاسی انگریزوں کا منشا اس جدید تعلیم کی اشاعت سے سیاسی فوائد تھے، مگر عیسائی مشنریوں کو خوشی

یہ تھی کہ وہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے اسلامی جذبات سے سادہ قلوب پر اپنی مسیحائی کا نیا نقش رقم

فرمائیں گے، ہم ذیل میں امریکہ کے مشہور شری رسالہ اسلامک ولڈ اپریل ۱۹۳۷ء کے ایک مضمون

”ہندوستان میں اسلام“ کا آخری حصہ نقل کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوگا کہ وہ مسلمان پداندیش جو

محض ذاتی نام و نمود کے لئے اصلاح کے نام سے اسلام کی بربادی کے لئے کوشاں ہیں، عیسائی مشنریوں

کو ان کی کوششوں کے ساتھ کس قدر توقعات قائم ہیں، اس سلسلہ میں علی گڑھ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، اسکی صداقت پر ہم کو غور کرنا چاہئے، وہ لکھتا ہے:-

”مسیحی مبلغوں اور ان تعلیم یافتہ مسلمانوں کی جھغول نے دین عیسوی قبول کر لیا ہے، اور کالج

کے پروفیسروں کی پیغمبر کے دوسرے مذاہب کی طرف سے مسلمانوں کی فطری بے تعلقی اور اجتباب

کے ساتھ ساتھ ان میں نرمی اور فراخ دلی روز بروز زیادہ پائی جا رہی ہے، اور مذہبی روٹنیخالی کامیاب

زیادہ کثرت سے ہو رہا ہے، مسیحی تبلیغ اور عیسائیت سے متعلق جو قدیم اندیشے تھے ان میں کمی ہو رہی ہے،

مسلمان طلبہ ایک خاص حالت میں ہیں، ان میں سے اکثر کے سامنے تو صرف سزا و روٹی حاصل کرنا

سوال ہے، اگر طالب علم مذہبی ہو، تو اس میں مذہب کا جوش پایا جاتا ہے، لیکن بہتر سے تو محض بے تعلقی

اور لا پرواہی، مخالفت خیالات و آراء کی باہمی جنگ میں وہ اسلام میں کوئی دیکھی نہیں پاتے، کیونکہ

اسلام فی نفسہ اطمینان بخش نہیں ہے، اس سے حقیقی روحانی غذا نہیں حاصل ہوتی،

گورنمنٹ کالجوں کے بہ نسبت، مشنری کالجوں میں مذہبی دیکھی زیادہ پائی جاتی ہے، کیونکہ گورنمنٹ

کالجوں میں مذہبی حرارت فنا کر دی جاتی ہے، اور مسیحی کالجوں میں یہ کم و بیش قائم رکھی جاتی ہے، علی گڑھ

پر میں نے خاص توجہ صرف کی تھی، مگر اسکی مذہبی حالت کی طرف سے مجھے یابوسی ہوئی، سرسید احمد خان کا

حوصلہ یہ تھا کہ جدید تعلیم کو اسلامی تمدن اور عقائد کی بنیاد پر قائم کریں، یہ خیال ان کے اس مقولہ سے ظاہر

ہوتا ہے کہ فلسفہ ہمارے واسطے ہاتھ میں ہوگا، سائنس بائیں ہاتھ میں، اور توحید کا تاج ہمارے سر پر ہوگا،

ان کا حوصلہ پورا نہ ہوا، اسلام یعنی مذہب علی گڑھ کی زندگی کا حیات بخش اور اخلاق نواز عنصر نہیں ہے، ستر

کے بعد علی گڑھ کو ایسے اشخاص نصیب نہ ہوئے، جھغول نے کم از کم اس کا تجربہ بھی کیا ہوتا، اس ناماکی

کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ سرسید کا مقصد خالص مذہبی ہونے کی نسبت زیادہ تر تمدنی اور تعلیمی تھا،

اور یہ ایک ایسی کمزوری ہے جو مذہب کے متعلق عام طور سے تقریباً تمام جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں

پائی جاتی ہے، مذہبی تعلیم علی گڑھ کے نصاب کا جس طرح پہلے ایک جز تھا، اب بھی ہے، نماز لازمی ہے، لیکن مذہبی معنایں سے دیکھی گئی جاتی ہے، اور نماز کی پابندی میں اکثر بے پردائی برتی جاتی ہے، یہ صورت حال صرف علی گڑھ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام غیر سرکاری اسلامی کالجوں کی یہی کیفیت ہے، ہر جگہ میں نے یہی سنا کہ طلبہ عموماً دنیا کے سبق اور نماز سے بچنے کی غرض سے تمام ممکن عذرات پیش کرتے رہتے ہیں، یہ امر قابل افسوس ہے، مگر فطری ہے، جدید سائنس اور مذہب کا تعلق تمام مصنوعی اور خارجی ہے، مذہبی تہذیب اکثر قدیم طرز کے اشخاص میں یا ایسے لوگ ہیں جنکی آزاد خیالی متوسط اور غیر نفع بخش ہے، لہذا علی گڑھ سے جو توقعات وابستہ تھیں ان کے پورا نہ ہونے پر کثرت سے والدین کی شکایتیں سنی جاتی ہیں، علی گڑھ کے متعلق انھیں بھروسہ تھا کہ وہاں جدید دنیوی تعلیم کا نتیجہ عقائد کی بربادی نہ ہوگا، لیکن وہ دیکھتے ہیں کہ کس کثرت سے وہاں کے گریجویٹ مذہب سے کس بے تعلق ہو کر واپس آتے ہیں، بہر حال یہ تمام باتیں ایک عام کلیہ کی حیثیت سے نہیں پیش کی گئی ہیں، میرے تجربہ میں جو کچھ آیا وہ بالکل اتفاقی طور پر تھا، میں صرف اپنے خیالات کا اظہار کر دیتا ہوں اور ساتھ ساتھ ایسے اشخاص کی رائے بیان کر دیتا ہوں جنھیں مدتوں اس قسم کے لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ہے، ہر جگہ ایسے خوش خیال افراد ملتے ہیں جو اسلامی نظام اور مسلم قوم کے دنیائی اور موجب ننگ و عار عناصر کی بے تکلف نکتہ چینی اور جدید روحانی آزادی کی وکالت کرتے ہیں، اس موضوع پر ہندوستان ٹائمس کے کانگریس نمبر میں سٹر آصف علی کا ایک نہایت دلچسپ مضمون تھا، جس وجہ سے مجھے مسلمانوں کی عام بے پردائی کی طرف خصوصاً جو غیر سرکاری اسلامی اداروں میں برتی جاتی ہے، توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ایسے بیانات سے جو پردہ نگاہ کی غرض سے استعمال کئے جاتے ہیں، ہمیشہ گمراہی کا اندیشہ رہتا ہے، اصل زندگی سے ذاتی تعلق ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے اسکا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے، میرا تعلق اس قدر چند روزہ رہا ہے کہ وہ دماغ انسانی کی غیر مخصوص رو کے متعلق اظہار خیالات کرنے میں زیادہ قابل سند نہیں ہو سکتا، آخر میں

اتنا کہوں گا کہ ہندوستان میں اسلام ابتری اور تبدیلی کی حالت میں ہے۔

معائنات :- یہ اُسی قسم کی ریل ہے جو چودھویں اور پندرہویں صدی کے ہنگامہ آرا مذہبی و سیاسی و تمدنی انقلابات کی وجہ سے جو اسلام کے تمام عیسائی مذہب میں پیدا ہو گیا تھا، عیسائیت کے متعلق اُس وقت ظاہر کی جا رہی تھی، ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ موجودہ کیفیت اُس عہد کا نمونہ ہے جب کوئی زندہ مذہب، کسی انقلاب کی خاطر وقت کے ان خیالات سے مطابقت کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور آخر کامیاب ہوتا ہے،

ایرانی فنون کی نمائش،

برلن لنگٹن ہاؤس کی نمائش کے ساتھ ساتھ ایرانی صنعت کاری کی نمائش کا جو اہتمام کیا گیا ہے، اور برلن میوزیم کے مختلف شعبوں سے ایرانی فن و صنعت کے جو نمونے حاصل کئے گئے ہیں، اب جبکہ یہ تمام سامان پہلی بار اکٹھا کیا گیا ہے، اکثر لوگوں کو حیرت ہے کہ میوزیم میں کس کثرت سے ایرانی صنعتوں کے منتخب نمونے ہیں، اگرچہ گنجائش نہ ہونے کے باعث پرسیپس (ایران کے قدیم دار السلطنت) کے سنگین مجھوں کے اجزاء دو سے زیادہ نہ رکھے جاسکے، حالانکہ میوزیم میں ان کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے، تاہم زمانہ قبل اسلام کی صنعت کے دوسرے کارنامے جو پیش کئے گئے ہیں، وہ نہایت دلچسپ ہیں، قدیم کوزہ گری کے نمونوں کے علاوہ یہ خاص چیزیں نمائش میں رکھی گئی ہیں :-

الاباسٹر کا بنا ہوا مشکا جو ہلیکارنیس (MALICARNASSUS)

میں پایا گیا تھا، اور جس پر کچنیر و کانام تین زبانوں اور مصر کے تصویر کی خط میں لکھا ہوا ہے، لورستان کے کانے کے برتن جو حال میں دریافت ہوئے ہیں، ہرمین، جواہرات اور سکے، اور سب سے بڑھکر خزانہ آکسس مع اپنے لاجواب طلائی اور نقرئی ظروف کے، عہد اسلامی کی صنعتوں

میں کوڑہ گری و دعوات کے کام آئے قلمی کتابیں، تصویریں اور جلد سازی کے فنون میں، مٹی کے برتن نویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک کے بنے ہوئے ہیں، ان پچھن قلمی نسخوں سے جو منتخب کئے گئے ہیں، تیرہویں صدی سے انیسویں صدی تک کی ایرانی مصوری کی رفتار معلوم ہوتی ہے، عباسی طرز (تیرہویں یا چودہویں صدی) بھی اچھی طرح دکھایا گیا ہے، ایرانی قلمی نسخوں میں دو نسخے خاص اہمیت کے ہیں، یہ ۳۹۶ء اور ۳۹۷ء کے ہیں، اور غالباً تیمور کے زمانہ کے یہی دو نسخے ہیں جن سے یورپ کو واقفیت ہو، ان کے علاوہ نظامی کے تین نسخے ہیں، ایک ۴۲۲ء کا جس میں بہزاد کی تصویریں ہیں، دوسرا پندرہویں صدی کے آخری حصہ کا جس میں قائم علی اور دوسروں کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں، اور تیسرا ۵۲۹ء کا جسے میرک اور سلطان محمود کے دوسرے اساتذہ وقت نے مصور کیا تھا، علاوہ ازین مصوری اور نقاشی کے پچاس اور نوے ہیں، جن میں ایران کے حسن فن کا مطالعہ اچھی طرح کیا جاسکتا ہے۔
(برٹش میوزیم جرنل)

مصنفین کی نئی کتاب

سیر الصحابہ کے حصہ مہاجرین کی تیسری جلد

از شاہ معین الدین احمد ندوی رفیق دارالمصنفین

جس میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ دوسی، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر ۱۰ مہاجر صحابہ کے حالات و سوانح، اخلاق و فضائل، اور ان کے مذہبی، علمی، سیاسی، مجاہدات اور کارناموں کی تفصیل ہے، حجم ۲۶۳ صفحات قیمت سے ۲۰ پیسہ

اشرف علیہ السلام

مکتوبات محمد علی

مکتوب اول

بنام سید سلیمان ندوی

مولانا محمد علی مرحوم کو سب سے پہلے ۱۹۱۲ء میں اس وقت میں نے کلکتہ میں دیکھا جب بلقان کے جنگیہ کے سلسلہ میں کامرڈ پر نظام بلقان کی اشاعت کا جرم قائم تھا، اور وہ کلکتہ میں، کامرڈ کے منصوبہ پر چھ کو پیش کر کے کلکتہ ہائی کورٹ میں اس کے لئے مقدمہ شروع کرانا چاہتے تھے، اور اسی کے لئے وہ کلکتہ آئے تھے، العملال کے دفتر میں یہ نیم ملاقات ہوئی، پھر ۱۹۱۲ء میں قیصر باغ کھنڈ میں مسلم یونیورسٹی کی بحث اسحاق اور وائسرائے کے ڈیوٹی پاور کے طے کرنے کے لئے جو مہتمم باستان جلسہ ہوا تھا، جس میں ایک دن کے بعد دوسرے دن کی صبح کو مرحوم نے "ایک بلینک چک" پر مسلمانوں سے دستخط مانگے تھے، میں نے انکو دیکھا، پھر ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم ندوہ کے طالب علموں کی شہورائے ایک میں جس میں قومی درگاہوں کے مہتمم اور سرکار پرست ایک طرف، اور طالب العلم اور طرابلس و بلقان و کان پور کے ہنگاموں کے پرچوش احرار دوسری طرف تھے، اور اس کے لئے تمام ملک میں شورش برپا تھی، اس کی مصداق کتب کیلئے مسیح الملک مرحوم نے دہلی میں اہل ملک کا ایک نمایندہ جلسہ طلب کیا تھا، اور انھیں نے اسکا انتظام کیا تھا، اور سگاہوں کے مہتمم اور منتظموں کی طرف سے صاحبزادہ آفتاب احمد خان مرحوم نے جلسہ میں

تقریر کی اور طلبہ اور احرار کی طرف سے محمد علی مرحوم نے جواب دیا اور اس میں صاحبزادہ مرحوم کی طرف اشارہ کر کے محمد علی مرحوم نے کہا تھا کہ اگر استبداد مجھ دیکھنا ہے تو ادھر دیکھو! انوس نہ اب وہ استبداد باقی ہو نہ سریت مجھ صرف ان کی یاد باقی ہے، طلبہ نے مرحوم محمد علی کے ایک تار پر اپنی اسٹراٹک بند کر کے لکھے ہاتھ میں اپنا فیصلہ دیدیا تھا۔

اس کے بعد جنگ عظیم کے زمانہ میں وہ نظر بند ہو کر چھنڈ واڑہ گئے اور اتفاق سے ۱۹۱۸ء میں ناگپور میں مذوقہ العلما کا سالانہ اجلاس تھا وہ ان ایک مخفی قاصد نے آکر مجھے اور میرے عزیز ترین دوست مولانا مسعود علی صاحب ندوی کو چھنڈ واڑہ کی دعوت دی، جس طرح ڈرتے ڈرتے یہ سفر منزل مقصود تک طے ہوا وہ اب تک یاد ہے صبح کو اس مسجد میں پہونچے، جہین پرے مولانا صاحب (شوکت علی صاحب) اور چھوٹے مولانا صاحب (محمد علی مرحوم) (چھنڈ واڑہ میں یہ ان کے نام تھے) نماز پڑھنے آئے تھے، گھر پر ملاقات ہوئی اس وقت ان دونوں بھائیوں پر ڈاکٹر سراقبال کی تازہ مثنوی "رموز تجوی" کا نسخہ چھایا ہوا تھا وہ ان سے واپسی کے بعد باہم خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا، محمد علی مرحوم خط لکھنے میں اوو خط کا جواب دینے میں بہت سست تھے وہ ضروری خطوط کا جواب انتظار کا پورا وقت گزار کر آخر لندن دو چیمہ کے بجائے بارہ آنے خرچ کر کے تار پر دیا کرتے تھے، اور اگر جواب لکھنے بیٹھ گئے تو دو سطر جواب کے بجائے صفحوں میں جا کر لکھو تمام کرتے تھے۔

آج کل ہمارے فاضل دوست مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی مولانا محمد علی مرحوم کی مکمل مفصل سوانح عمری کا اہتمام کر رہے ہیں، اس نے مرحوم کے ان خطوط کی جو ان کے ابتدائی حالات اور روز افزون مذہبی جذبات کے تغیر و انقلاب کا آئینہ ہیں اشاعت مفید ہوگی،

"پینا برنگ سب" یعنی سلیمان کا "تحفہ" مطبوعہ غزل ہیڈ پریس زندان یعنی محمد علی کی غزل کے جواب میں لکھی گئی اور معارف میں یہ سب غزلیں اسی زمانہ میں چھپیں تھیں۔ "سلیمان"

بشتم حسن الحسیم ۵

چھنڈ واڑہ (ممالک متوسط)

۱۳ جولائی ۱۹۱۸ء

برادر م۔ السلام علیکم،

محبوب ہوں کہ آپ کے محبت نامہ اور ارض القرآن اور معارف کی رسید تک کم و بیش تین ہفتہ گزر جانے سے پیشتر نہ ارسال کر سکا، شکریہ ادا کرنا تو دوسری بات ہے، انوس ہے کہ اس وقت بھی فرصت اس قدر کم اور پریشانی اس قدر زیادہ ہے کہ جس قسم کی مفصل تحریر ارسال کرنے کا ارادہ تھا وہ اب بھی نہیں لکھ سکتا، ابتدا سے میری ایک لڑکی سخت علیل ہے، پہلے فصلی بخار میں مبتلا معلوم ہوتی تھی، تین ہفتہ کے بعد طبیعت درست ہوئی تھی، اور وہ بھی ڈاکٹری علاج سے تھک کر ہو میو تھی کی طرف رجوع کرنے کے بعد اور جو تکلیف اس بچی کو اس عرصہ میں ہوئی تھی اس نے صاف ظاہر کر دیا تھا کہ مرض شدید ترین صورت میں آیا تھا، لیکن وہ ہفتہ بھی بخار سے نجات نہ ملی تھی کہ پھر اسی مرض میں مبتلا ہوئی اور اس بار کی شدت مرض اور تکلیف پہلے بار کی شدت اور تکلیف کو بالکل بھلا دیا، ہو میو تھی سے ابتدا ہوئی، مگر بے سود، ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ حیب کو نین کی معمولی خوراک سے کام نہ چلا اور جاڑا بخار دن رات میں چار چار پانچ پانچ بار آنے لگا، اور ۱۰ اور ۱۰ ڈگری سے بھی حرارت متجاوز ہونے لگی تو اس چھ سات برس کی بچی کو دس بارہ دن تک ۲۰ گرین بلکہ اس سے بھی زیادہ کو نین روز دی جانے لگی، بخار کم ہوا، اور جاڑا جاتا رہا، مگر حرارت کچھ نہ کچھ روز ہو جاتی ہے، اب مقل سول سرجن جو دو ماہ کے لئے ناگپور چلے گئے تھے واپس آئے ہیں، انھوں نے تشخیص کی ہے کہ مرض انٹرک دموتی جہرا ہے مگر اب اس کا ڈھال شروع ہو گیا ہے، سو اس کے کہ آنتوں کو دوا سے صاف کیا جاتا ہے، کوئی علاج نہیں، بخار کے ٹوٹنے کا انتظار ہے، لیکن چونکہ بار بار حرارت کا اندازہ کرنا اور دوائیں بدل بدل کر دینا اب ضروری نہیں اس لئے اتنی فرصت مل گئی ہے کہ آپ کو یہ عرض ارسال کر سکوں، خداوند کریم کو منظور ہے تو ہفتہ عشرہ بعد ارض القرآن کو بخور پڑھنے کے لئے اٹھاؤں گا اور بخار

کے تمام پچھلے پرچوں کو بھی دیکھو گے، اس وقت تک تو صرف کہیں کہیں سے جستہ جستہ پڑھ لیا گیا ہو، مگر یہ بھی شکوریت اہل اسلام کے اظہار کے لئے کافی ہو، خداوند عالم آپ کو اجرو دے گا، پہلے حصہ میں بنی اسرائیل قبل از خروج وزمانہ خروج و بعد از خروج کے حالات کیوں شامل نہیں کئے گئے، اور انڈکس کیوں غائب ہو، مگر میری یورپ سے کم از کم انڈکس تو ضرور ہی اخذ کر لینا چاہئے، مجھے خوف قرآن پاک کی انڈکس کی ضرورت ہوتی ہو، تو انگریزی ترجمہ میں دیکھنا پڑتا ہو، اس کی کو ضرور پورا کر دیجئے، اگر قوم کی عام حالت نے اپنی طرف متوجہ نہ کر لیا ہوتا، تو میں بھی شاید المصنفین میں شرکت کا استحقاق پیدا کرنے کی کوشش کرتا، مطالعہ کا شوق عرصہ سے ہے اور اسکفرٹو نے تحقیق کی طرف اور بھی بہت کچھ کھینچا، مگر جس قوم کے عمل کی حالت اس قدر زبون ہو، پھر اس کی علمی حالت پر کمان خود کر کے کھینچنا محجور ہو کر اس کو چہ کو دور ہی سے سلام کیا، میرا ارادہ تھا کہ بجائے معمولی بی بی کے کی ڈگری لینے میں اسکفرٹو کے ساتھ ساتھ سائنس ڈگری (پچلر ان لٹریچر) حاصل کروں، اور اسی لئے میں نے حسب قواعد یونیورسٹی درخواست دی کہ مجھے اس کی امید داری اور اس کے لئے تیاری کے لئے اجازت دیجائے اور تحقیق کے لئے نور الدین زنگی آباک موصول کی سیرۃ اور کارنامے اور اس کے زمانہ کے حالات کو انتخاب کیا، بشپ اسٹس جو اسکفرٹو کے بڑے نامور محقق و مورخ تھے اس جلسہ میں موجود تھے، جس میں میری درخواست امیدواری پیش ہوئی، اور انھوں نے اس موضوع کو بہت پسند کیا، اور کہا کہ میرا بھی جی چاہتا ہو کہ اس پر تحقیقات کے سلسلہ کی ابتدا کروں، اجازت ملنے کے لئے شرط تھی کہ یا تو اسکفرٹو یا اسی کے برابر کی کسی یونیورسٹی کا گریجویٹ ہو، اس وقت میں صرف الہ آباد کا گریجویٹ تھا، مگر خاص رعایت کی گئی اور مجھے اجازت مل گئی اور کالج کے تمام درسوں سے آزادی حاصل ہو گئی، پروفیسر مارگولیتھ (لئے اللہ علیہ) میری امداد اور میری تحقیق کی جانچ کے لئے یونیورسٹی کی طرف سے مقرر کئے گئے، مگر سول سروس کے امتحان میں ناکامی کے بعد یہ خیال ہوا کہ تحقیقات کو کون پوچھیں گا، بہتر ہے کہ معمولی ڈگری پر قناعت کیجائے، چنانچہ بلا مزید تیاری کے بی بی کے امتحان میں شریک ہو گیا، اور پاس ہوتے ہی واپس

ڈرتا ہوں، جو اعلیٰ ہستی ہو، اور اس گروہ سے الگ ہو، جسکی اہلیت اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ (سعاء سمیت) انتود ابانکوعا انزل لہ بھامن سلطان مگر ابتدائے عشق ہو، خدا انجام بخیر کرے، اب رخصت ہوتا ہوں، والسلام

آپ کا نیا زمند

محمد علی

خبر یہ کہ آپ کو تو غالباً معلوم ہو گا کہ دارالمصنفین کی تحریک میں ہی نے کانفرنس میں بمقام راولپنڈی پیش کی تھی اس سے ظاہر ہے کہ مجھے اس تحریک سے کس قدر دلچسپی ہو، افسوس کہ جب یہ پودا لگایا گیا، میں نظر بند ہونے کے قریب ہی تھا، اور اب جبکہ یہ بار آور ہو رہا ہو، اسی طرح نظر بند ہوں، تاہم اس کے حالات و ضروریات سے مطلع فرماتے رہے، میں جن تصانیف یا تراجم ضرورت محسوس ہوگی اس کے حلقہ تکھتار ہونگا، تاکہ اگر آپ حضرات کو فرصت ہو تو اس طرف متوجہ ہوں، سب زیادہ ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارک کی ہو، اور اس سے کسی قدر زائد ہی ایک عمدہ صحیح اور ادبی جنت سے اعلیٰ درجہ کے مولود شریف اور شہادت نامہ کی عوام کا مذاق درست کرنا خواص کی تصحیح سے کہیں زیادہ ضروری ہو

سال گذشتہ میں میں نے کوئی سولہ سترہ موقعوں پر بیان محافل میلاد میں کچھ بیان کیا، یہاں کے لوگ ہمارے ہاں کے عوام سے بھی کم علمیت رکھتے ہیں، اس لئے ان کے لئے واقعات کو اور زیادہ اہل الفہم طریقہ پر بیان کیا گیا، خوف تھا کہ لوگ اس پر بھی پرانے زمانہ کو زیادہ پسند کریں گے، اور اسی لئے اسکو بھی بنایا گیا، اور دوسرے صاحبوں نے اس طریقہ پر بھی کچھ پڑھا اور کچھ گایا، مگر آپ کو یہ سکر تعجب ہو گا کہ لوگ نئے طریقہ ہی کے مشتاق تھے، اور اسی کے منتظر رہتے تھے، اور نہایت کثرت سے شریک ہوئے،

محمد علی

احیاء علم

مین الاقوامی تاریخی کانگریس

مین الاقوامی تاریخی کانگریس کا ساتواں اجلاس وارسا (پولینڈ) میں ۲۱ سے ۲۸ اگست ۱۹۳۳ء

تک ہوگا مقالات حسب ذیل عنوانوں پر پڑھے جائیں گے۔

- (۱) امدادی علوم، تاریخی کام کی تنظیم اور اسکے دفاتر (۲) احوال قبل زمانہ تاریخ اور علم آثار قدما
- (۳) قدیم، (۴) تاریخ قرون وسطیٰ و عہد باز نظین، (۵) تاریخ جدید و تاریخ دور حاضر، (۶)
- مذہبی اور کلیسائی تاریخ، (۷) تاریخ قانون و ادارات، (۸) معاشی، تمدنی اور نوآبادیاتی تاریخ
- (۹) تاریخ سائنس و طب، (۱۰) ادبی تاریخ، (۱۱) تاریخ فن، (۱۲) تاریخ طریقہ و نظریہ تاریخ (۱۳) تاریخ
- تعلیم (۱۴) تاریخ یورپ مشرقی،

امید ہے کہ ذیل کے مخصوص مضامین پر متعدد مقالات موصول ہوں گے۔

- (۱۵) سلطنت باز نظینی میں نظام زمینداری (۱۶) تاریخ علوم سولہویں صدی میں (۱۷) مغرب
- کے ساتھ پولینڈ کے ادبی تعلقات، (۱۸) مختلف ممالک میں مذہب استبداد، (۱۹) انیسویں صدی میں
- آبادیوں کی ترقی، (۲۰) سرحد کے خیال کا ارتقاء، (۲۱) شہروں کی ساخت (۲۲) امریکہ کی قدیم تاریخ (۲۳)
- فتح مکسکو، (۲۴) امریکہ کی دریافت اور اسکا تعلق مشرقی یورپ کے ساتھ، (۲۵) جنگ کے کاروبار کی تاریخ

ترکی میں جدید تعلیم

اس وقت ترکی کے عوامی مدارس میں (۵۶۹۰۰) طلبہ تعلیم پا رہے ہیں لوگوں نے اکثر مقامات پر اپنے ذاتی اخراجات سے ایسے مدارس قائم کر لئے ہیں اس سال اس قسم کے (۱۲۶۹۲) مدارس جاری رکھے گئے ہیں (۱۱۰۷۳) اساتذہ تعلیم دیتے ہیں طلبہ میں عورتوں کی تعداد (۱۹۹۱۵۶) اور مردوں کی (۳۵۰۵) ہے، یعنی (۶۵) فیصدی مرد اور (۳۵) فیصدی عورتیں ہیں ادارہ المطالعہ بھی مسلسل قائم رہا ہے ہیں چنانچہ اس وقت انکا شمار (۱۲۵۰) ہے اور بہت سے امسال قائم کئے جائیں گے انکے علاوہ میں کتب خانے بھی جاری کئے جائیں گے وزارت تعلیم نے (۱۱۵۰۰) لیرا کے صرفہ سے (۵۶۹۱) کتابیں خرید کر حوالہ المطالعون کو دی ہیں، حکومت ان تمام مواضع میں مدرسہ کھولنے کا انتظام کر رہی ہے جہاں اب تک مدرسے نہ تھے ایک اہم سوال مجلس اساتذہ میں جو انکسور میں منعقد کی گئی تھی یہ تھا کہ رسم خط کی تبدیلی اور ترکی زبان کو سہل بنانے کے بعد قدیم لٹریچر کو نصاب میں داخل کرنا کہاں تک مناسب ہوگا آخر طویل مطلق بحث کے بعد یہ طے پایا کہ اسے بہت مختصر طور پر اور صرف ایک کورس میں پڑھانا چاہئے

ایرانی تعلیم میں پارسیوں کی امداد

مسلم آؤٹ لوک کی اطلاع ہو کہ لمبی کے پارسی نوجوان بنی نوع انسان نے چندے کر کے بڑی بڑی رقمیں جمع کی ہیں اور ان کو حکومت ایران کے پاس اس غرض سے بھیجا ہو کہ رفاه عام کے مختلف کاموں میں صرف کر دیجائیں ایک لاکھ روپیہ زرتشتی یتیم خانہ اور کتب کو دیا گیا ہے اور اسی قدر لڑکیوں کے مدرسہ کو ملا ہے، پندرہ ہزار قدیم ایرانی لٹریچر کے مطالعہ کی ترغیب کیلئے علیحدہ کر دیا گیا ہے ایک لاکھ کی رقم طہران میں لڑکیوں کے ایک مدرسہ کو دی گئی ہے، پینتیس ہزار سے غریب کے لئے ایک طبی ادارہ کی سہ ترکی کا ایک سولہ لاکھ

تعمیر ہوگی اور پچیس ہزار کی لاگت سے اسی ادارہ میں ایک شفا خانہ قائم کیا جائیگا اس کے علاوہ ہزار
طہران میں لڑکوں کے ایک مدرسہ کو دیا گیا ہے، بنی نوع انسان کے ایک زرتشتی بھی خواہ نے طہران کی
زرتشتی لائبریری اکادمی کو دو ہزار کتابیں پیش کی ہیں، ان میں ایک بڑی تعداد ان کتابوں کی ہے جو
جو تاریخ ایران اور علوم قبل اسلام سے متعلق ہیں۔

بلندی پر سرکون چکراتا ہے

یہ ایک عام تجربہ ہے کہ بلند میناروں پر اور پہاڑ کی چوٹیوں کے کنارے کھڑے ہونے سے اکثر
ادیموں کے سر چکرانے لگتے ہیں، مسٹر میکس بیکر (انگلستان) نے اسکی تاویل یون کی ہے کہ یہ کیفیت گرنے
کے خوف کے باعث نہیں پیدا ہوتی، بلکہ اس کا سبب محض یہ ہے کہ آنکھ ایک ہی وقت میں دو چیزوں
کو ماسک پر لانے کی کوشش کرتی ہے یعنی نظر بہ یک وقت اس نظارہ پر بھی پڑتی ہے جو بہت دو بیچے واقع
ہوتا ہے اور اس کنارہ پر بھی صاف دیکھنے والا کھڑا ہوتا ہے، مسٹر بیکر کے اس نظریہ سے ایک اور عجیب بات
مجھ میں آجاتی ہے جس کا ذکر اکثر مشاہدہ کرنے والوں نے کیا ہے یعنی ہوائی جہاز پر سے نیچے دیکھنے میں بہت کم
لوگوں کو چکراتا ہے، مسٹر بیکر کے خیال میں اسکی وجہ یہ ہے کہ نیچے جہاز میں کے نظر اور کہیں پڑتی ہی نہیں
آنکھیں صرف زمین ہی کو ماسک پر لاتی ہیں، اور اسکی اس فعل میں کوئی دوسری شے مخل نہیں ہوتی
لیکن جب نظر اس کے علاوہ مینار کی دیوار پر پڑتی ہے، چسپور دیکھنے والا کھڑا ہوتا ہے یا پہاڑ کے اس ٹھال
پر جو اس کے پیروں کے نیچے واقع ہوتا ہے، تو نگاہ میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور یہی سر چکرانے کا
باعث ہوتا ہے۔

ایک رسم کا ہوائی جہاز

بہت دنوں سے ماہرین فن ایک ایسے طیارہ کے بنانے کی کوشش میں ہیں جو زمین سے بظن
انتصاب اوپر اڑ سکتا ہو، اور پھر اسی طرح بغیر کسی چکر کے نیچے اتر سکتا ہو، ایسے طیارہ کی پرواز کیلئے

بہت تھوڑی سی جگہ بھی کافی ہوگی اور بڑے بڑے میدانوں کی ضرورت باقی نہ رہ جائیگی، رسالہ کنیکٹیکٹ
دنویارک کے ایک مقالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مشین آخر کار تیار کر لی گئی ہے، یہ طیارہ اگرچہ ابھی تجربے
مرتبہ میں ہے تاہم کئی کامیاب پروازیں کر چکا ہے، اس میں صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ ہے، اور اس کا
(۹۵) اسی طاقت کا ہے، یہ ایک کیلومیٹر (۳/۴ میل) کے دور میں پرواز کر چکا ہے، اور ہر منٹ ۵۴ سکند تک ہوا
میں رہا ہے، یہ ایجاد فن ہوا بازی کی ترقی میں آئندہ بہت مفید ثابت ہوگی۔

ایک عجیب و غریب درخت

ایک ایسا زبردست درخت کیلفورنیا (امریکہ) کے جنگلوں میں پایا گیا ہے، جو اپنا جواب آپ ہے
اس کی بلندی (۳۰۰) فٹ اور زمین سے پانچ فٹ اوپر سے قطر (۲۰) فٹ ہے، اس کی چھال کی ضخامت
(۱۱) انچ ہے، اونچائی کے اعتبار سے یہ درخت غیر معمولی نہیں ہے، جنگلوں میں متعدد ایسے درخت دیکھے گئے ہیں
جو (۳۰۰) فٹ سے زیادہ بلند ہیں، لیکن انہیں سے کسی ایک کا قطر بھی اس درخت کے قطر کے برابر نہیں ہے
اور نہ ان کے تنے کا آمار چڑھاؤ اس قدر مہوار ہو جتنا اس درخت کا، مثلاً حال میں ایک درخت پایا گیا ہے
جس کی بلندی (۳۶۴) فٹ ہے، مگر قطر اس کا صرف ۲ فٹ ہے، برخلاف اس کے جو بات کیلفورنیا کے
اس درخت کے ساتھ مخصوص ہے وہ اس کے تنے کی موٹائی ہے، زمین سے (۲۳۰) فٹ کی اونچائی پر بھی
اس کا قطر (۱۲) فٹ سے زیادہ ہے، اس میں سولہ فٹ کی لمبائی کے چودہ لٹھے نکل سکتے ہیں۔

آلمپس کی تلوار

برٹش میوزیم نے حال میں کانٹے کی ایک قدیم یونانی تلوار حاصل کی ہے، جسکی خاص اہمیت یہ ہے کہ
وہ کوہ آلمپس کے قریب ستیا ہوئی ہے، اسکی لمبائی ۲۴ ۱/۲ انچ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اسکے دستہ میں نہالہ
تھا، تعجب ہے کہ دستہ میں کیل کا کوئی سوراخ نہیں ہے، دستہ کی دونوں شاخیں اور کنارے کانٹے کے بنے ہوئے
ہیں، یہ یونان کے عہد عتیق کا قدیم ترین حربہ ہے، جو اب تک مل سکا ہے،

بَابُ التَّيَقُّرِ وَالْإِتِّقَانِ

سفر حجاز

مرتبہ مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی

یہ دفتر دارالمصنفین اعظم گڑھ و الناطر بک ڈپو لکھنؤ ضحامت ۱۰۰ صفحہ تقطیع متوسط قیمت عام
ہندوستان سے کم و بیش بیس ہزار حاجی ہر سال مکہ معظمہ جاتے ہیں ان میں دو چار ایسے صاحب
ذوق ضرور ہوتے ہیں جو اپنے سفر کے واقعات اور اپنے دل کے جذبات کو کاغذ کے منظر عام پر لاتے
اور دوسروں کو سناتے اور دکھاتے ہیں اور ان سے اہل ضرورت حسب ضرورت فائدہ اٹھاتے ہیں
ہندوستان میں شاید شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے ۹۹۵ھ میں اس سفر
کی یادگار میں "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا اور جو کچھ وہاں دکھایا
تھا وہ یہاں اگر دوسروں کو دکھایا اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ۱۱۳۵ھ میں فیوض الحریث
وغیرہ رسائل میں اپنے روحانی مناظر و مشاہدات کی کاغذ کے صفحوں پر تصویر کشی کی لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے
شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مراد آبادی قابل ذکر ہیں جنھوں نے ۱۲۰۲ھ میں
حرمین کا سفر کیا اور حوالہ آخر میں کتاب لکھی

اس نے بعد میں ہر سال حاجیوں میں سے کوئی نہ کوئی بزرگ واپس آکر اپنا سفرنامہ عموماً ترتیب
دیتے ہیں اور ان میں مختلف پہلوؤں سے ہر صاحب ذوق اپنی پسند اور دل نشینی کی باتیں لکھتے ہیں

خصوصیت کے ساتھ مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی کی زندگی میں

سے بدریح جو انقلاب ہو رہا تھا میرے خیال میں اس کی تکمیل ۱۳۵۵ھ میں ہوئی جب وہ حجاز کے
سفر کے لئے روانہ ہوئے اور جو احوال و مشاہدات انھوں نے کتابوں میں پڑھے تھے اس کا سفر حج میں
برای العین مشاہدہ کیا اور وہاں جو عینی مشاہدات قلبی کیفیات اور روحانی تاثرات ان پر وارد ہوئے
انھوں نے اپنے اخبار پرچم کے صفحات میں خطوط کی صورت میں منعکس کیا موجودہ مجموعہ انھیں مسلسل مضامین
کا یکجا ذخیرہ ہے

اس سے پہلے جو سفرنامے لکھے گئے تھے یا وہ صرف عالم جذبات کی باتیں تھیں یا محض ایک سراج
و قانع نگار کے روزنامے تھے یا فقیہانہ مسائل اور حج و مناسک کے ہدایت نامے تھے یا حجاز و سفر
کے لئے مسافروں کی گائیڈ بک تھیں اس سفرنامہ کی خصوصیت ان سب متفرق حیثیتوں کی دلکش جمعیت
ہے سفرنامہ کے مختلف ابواب اور مباحث میں اس کا مصنف اکین مورخ ہو اکین فقیہ اکین محدث اکین
صوفی اکین شاعر اور اکین سیاسی غرض اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جسکی حاجی کو اپنے سفر کے آثار
چڑھاؤ کی مختلف حالتوں اور کیفیتوں میں ضرورت پیش آتی ہے سفر کے واقعات حج و مناسک کے مسائل
مختلف مقامات کی دعائیں سفر کے ضروری ہدایات حجاز کے ملکی حالات آمد و رفت اور سفر کے وسائل
سواری پانی کرایہ مکانات ہٹوفین راستے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے شہری حالات ائمہ مقدسہ اور
وہاں کے ضروری آداب یہ تمام ضروری معلومات اس میں یکجا ہیں

لیکن اس سفرنامہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی عزت میری نگاہ میں دو باتوں سے ہے ایک اسکی
انشا پر داری کہ مصنف کے قلم نے اس میں انتہائی سادگی کا کمال حسن دکھایا ہو سہل الفاظ سادہ ترکیب

اور جو دنیاویات ہیں جو اس کتاب کے مصنف نے ان کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں۔
اور جو دنیاویات ہیں جو اس کتاب کے مصنف نے ان کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں۔

کاغذ کی سطح پر اپنے دل کے کمرے پھیلا دیئے ہیں۔
میں تو سفر حجاز کی یہ بھی برکت سمجھتا ہوں کہ ان کے قلم نے ان کے دل کی ایسی سرشاری کی ہے اور
روح نے جسم کا ایسا قالب اختیار کیا ہے کہ باطن ظاہر محبوب منکشف اور نادیدہ دیدنی ہو گیا ہے، مجھے اس قدر
کہ فاضل مصنف کی تصنیفات میں ان کے قلم کی یہ سرسری تحریریں، سب سے زیادہ دیر پا، سب سے زیادہ سوسند
اور سب سے زیادہ مقبول ہونگی۔

مسئلہ حجاز میں موصوف کے سیاسی مسلک سے ہر چند کچھ پورا اتفاق نہ ہوتا ہے اس سے انکار نہیں
ہو سکتا کہ انھوں نے یہ صفحات لکھ کر ہماری زبان، ادب، تاریخ، جغرافیہ، فقہ اور تصوف سب پر احسان کیا
ہے، اور ظاہر و باطن، لفظ و معنی اور روح و جسم کے مختلف مناظر و مظاہر کا ایک ایسا دلکش نظارہ گاہ
تیار کیا ہے کہ ہر خیال و ذوق کا آدمی اپنے اپنے خیال و ذوق کے مطابق اس سے بہرہ ور ہو سکتا ہے،
”س“

جامِ صہبائی

مصنف جناب عبد السمیع حبیب پال اثر صہبائی بی ٹی (آنرز)

پتہ: ۱۔ شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور لکھائی چھپائی، عمدہ چھوٹی

تقطیع قیمت ۸۔

اردو شاعری نے اگرچہ تمام اصنافِ سخن میں معتد بہ ترقی کی لیکن ایک صنف شاعری یعنی رباعی
کو کسی نے خاص و پنا موضوع نہیں بنایا، فارسی زبان میں صوفیہ و حکماء کے شاعرانہ خیالات کا منظر
رباعی تھی، بالخصوص سلطان ابوسعید خیام و تجانبی نے تو اس صنف کو خاص و پنا موضوع بنا لیا،

اردو زبان کے شعرا میں مرثیہ گو یوں نے بے شبہ بہت سی رباعیاں لکھیں لیکن یہ انکا خاص فن
نہ تھا، بلکہ اس سے وہ مرثیہ پڑھنے کی تھکید کا کام لیا کرتے تھے، لیکن اب موجودہ دور کے شعرا میں
جناب امجد حیدر آبادی اور جناب عبد السمیع پال اثر صہبائی نے اس کمی کی طرف توجہ کی ہے اور وقتاً
فوقاً وہ حکیمانہ رباعیاں تصنیف فرماتے رہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں اردو میں ان
دونوں صاحبوں نے اس صنفِ سخن میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے جس سے ہماری زبان میں ایک
بڑی کمی پوری ہوئی ہے، جناب اثر نے اب اپنے قطعات و رباعیات کا ایک چھوٹا سا مجموعہ جامع صہبائی
کے نام سے شائع کیا ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ خاص اس صنف کی طرف انکی توجہ رباعیات خیام نے مبذول کرائی ہے، چنانچہ
شروع ہی میں خیام کی شان میں چند عقیدت مندانہ اشعار لکھے ہیں، اور ان کے بیان سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ رباعیاں خیام ہی کے رنگ میں لکھی گئی ہیں، ان رباعیات کے مضامین پر ڈاکٹر اقبال کی شہرہ
اسرار خودی اور پیام مشرق کا اثر بھی پڑا ہے، اور بھی بہت سے لوگوں نے ان کی لفظی و معنوی خوبیوں
پر اثر ڈالا ہے، اور ان اثرات سے یہ تمام رباعیاں زندانہ صوفیانہ حکیمانہ غرض مختلف خیالات کا مجموعہ
بن گئی ہیں، چنانچہ ذیل کی رباعیوں سے اسکا اندازہ ہوگا،

ہر چند ہے شغلِ مے و مینا اچھا چھپ چھپ کے ہر پینے سے نہ مینا اچھا
میا کی روح سے ہر ہستی ہستی مرم کے تو بیٹنے سے نہ جینا اچھا

ظاہر کی نظر نے تجھے پہنانا پایا باطن کی نظر نے تجھے عریان پایا
تھی عقل بھی جو یا تیرے جلوے کی گر کجفت کو سرگشتہ و حیران پایا

دینا کی نظر میں کیوں معما ہوں میں کیوں دہر کی محفلوں میں تنہا ہوں میں

کیوں اہل فلک سے ہے محبت مجھ کو کس عرش کا ٹوٹا ہوا تار ہوں میں

اکثر رباعیوں میں سرمستی کے خیالات پائے جاتے ہیں، جو نہایت کیفیت و مستی کے ساتھ شگفتہ

الفاظ میں ظاہر کئے گئے ہیں قطعات کے لئے اگرچہ رباعیوں کی طرح صرف چار مصرعوں کی تحدید نہیں

ہے، تاہم اس مجموعہ کے قطعات بھی صرف دو شعروں کے ہیں، اس لئے درحقیقت وہ بھی رباعی ہی ہیں

اگر رباعی کی مخصوص بحر میں نہیں کہے گئے ہیں،

ان قطعات و رباعیات میں رندی و سرمستی کے خیالات کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین عالمیہ

ادا کئے گئے ہیں جن میں ہم چند کو اس موقع پر نقل کرنے ہیں، مثلاً یہ خیال کہ انسان اگرچہ دنیا کی حدود

میں سخت تکلیفیں اٹھاتا ہے، اور بالآخر فنا ہو جاتا ہے، تاہم دنیا کی رونق انسان ہی سے قائم ہے، اس

رباعی میں نہایت خوبی سے ادا کیا گیا ہے،

گو ہستی آتشین ہے فانی میری ہے بزم جہان میں ضو فشان میری

خود جلنا مگر جہان کو روشن کرنا ماتمب شر ہے زندگانی میری

یہ خیال کہ دنیوی آسائشیں اور سرمستی بھی موجب زحمت ہیں، یا کم از کم زحمت سے حاصل

ہوتی ہیں، اس رباعی میں اس طرح ظاہر کیا گیا ہے،

کہتے ہیں کہ ہے دامن گلشن ہستی گلہاے بہار کا ہے حشر من ہستی

آتش کو سمجھ رہے ہیں ہم رنگ بہار معنی ہے، خس شعلہ بدامن ہستی

مسئلہ تقدیر کو کس شاعرانہ بلند آہنگی کے ساتھ حل کیا ہے،

کیا رنگ بہار تیری تدبیر سے ہے، کیا بادِ سموم تیری تقصیر سے ہے

اندیشہ انجام میں کیوں گھلتا ہے؟ تقدیر سے ہے، تمام تقدیر سے ہے

متناسع للبقر کے مسئلہ کو کس خوبی سے ادا کیا ہے:-

ہنگامہ رزم زندگانی ہے مجھے بیکار جیات، شادمانی ہے مجھے،

وہ ذوقِ شیر ہے کہ ہر ایک شکست دیا چہ منہج و کامرانی ہے مجھے

یہ مسئلہ کہ انسان کو کچھ معلوم نہیں کس سادگی اور بے بسی کے ساتھ ظاہر کیا ہے،

جب وادیِ کمکشان میں کھو جاتا ہوں دنیاے طرب میں جذب ہو جاتا ہوں

کھلتا نہیں کچھ بھی از جب سوچ کے بعد تھک جاتا ہوں اور تھک کے سو جاتا ہوں

مسئلہ تسلیم و رضا کی حقیقت اس طرح ظاہر کی ہے،

تقدیر سے درسِ خامشی لیتا ہوں ہو جاتا ہوں جب لبون کو سی لیتا ہوں

زہرِ غمِ زندگی ہو یا جامِ نشاط جو کچھ بھی ہے خوشی سے پی لیتا ہوں

اسی مسئلہ کو اس رباعی میں اور بھی زیادہ دلآویزی و مینا خنکی سے ظاہر کیا ہے،

سرشار طرب نہیں ہی محمود مرا تختِ جم کے نہیں ہی مقصود مرا

دہ دل کہ گزارے خوشی سے غم کو معبود مرا وہی ہے معبود مرا

کسی اعلیٰ مقصد کے لئے مصائب سننے اور اس پر غم و استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی دعوت کس

پر جوش طریقے سے دی ہے:-

یا سوے فلک جرات پرواز نہ کر یا شکوہ جو چرخ کجا نہ کر

یا دعوے عاشقی کو باطل ٹھہرا یا بارشِ سنگ پر بھی آواز نہ کر

حسن معانی کی ساتھ ان رباعیات و قطعات میں جن الفاظ اور ترکیب کا بھی بڑا ذخیرہ ملتا ہے، مثلاً:-

ماے کیا شے ہے بادِ گلریز روح سرمست، چشمِ سینا تیز

سے ہر اک درد کی دوا ہے اثر غمِ ربا، جانِ فزرا، نشاطِ انگیز

مطبوعات عاجلہ

انتخاب ثنویات میر، از انریل حبیب ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم لے ایل ایل ڈی

سیر سرائے لاہور، انکوارٹ آباد، مطبوعہ نظامی پریس بڈایون، ضخامت مع مقدمہ ۶۸ صفحہ، لکھائی

چھپائی کاغذ متوسط قیمت غیر

شعرے اردو میں میر تقی میر، غزل کی طرح ثنوی کے بھی استاد تسلیم کئے گئے ہیں، لیکن ان ثنویوں میں جابجا فحش مضامین اور فحش الفاظ پائے جاتے ہیں، اور بعض قصے ایسے بھی نظم کئے گئے ہیں جنکو موجود تہذیب یافتہ لوگ قابل اعتراض سمجھتے ہیں، اس کے ساتھ میر کے کلام میں رطب دیا بس ہر قسم کے اشعار پائے جاتے ہیں، اس بنا پر حبیب ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم لے نے انکی تمام ثنویات کا ایک انتخاب شائع کیا ہے، اور اس میں یہ خاطر رکھا ہے کہ فحش اشعار اور فحش قصے اور پست اشعار چھوڑ دیئے جائیں اور اس کے ساتھ قصے کی صورت بھی نہ بدلے پائے، اس اصول کے مطابق اگرچہ دو یا تین ثنویوں کے سوا اور ثنویات کے پورے قصے پیش نہ کئے جاسکے، تاہم بہر حال ثنویات میر کا ایک بہترین انتخاب موجودہ زمانہ کے مذاق کے مطابق تیار ہو گیا ہے،

ڈاکٹر سلیمان نے اس انتخاب کے ساتھ ۶۸ صفحات کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں میر کے حالات، اخلاق و عادات اور کلام پر تبصرہ ہے، اور سودا کے ساتھ انکا موازنہ کیا گیا ہے، جس سے میر کے تعلق جو کچھ لکھا جا چکا تھا سب کو یکجا کر دیا ہے، اور جابجا ان پر تنقید کی ہے، اور دوسرے مصنفین سے بجا اختلاف بھی کیا ہے، اشعار کے بعض مشکل لفظوں اور پیچیدگیوں کو حاشیہ میں حل بھی کیا ہے، ڈاکٹر سلیمان کی ان تمام مصروفیتوں کو دیکھتے ہوئے انکی

کبھی کبھی کی یہ علمی و ادبی مصروفیت سید مبارک باد کے لایق ہے،

اسلامی روایات، مولفہ محمد حفیظ اللہ صاحب بھلواروی، پتہ مصنف سے بھلواروی ضلع ٹنڈی

لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، چھوٹی تقطیع، ضخامت ۸۸ صفحہ قیمت غیر مجلد ۸۰ جلد ۱۱۰

اس رسالہ میں مختلف اخلاقی عنوانات مثلاً تہمان نوازی، خاکساری، دیانتداری اور ہمدردی وغیرہ کے متعلق نظم و نثر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور سلاطین اسلام کے واقعات درج کئے گئے ہیں، تاکہ وہ بچوں کو پڑھائے جائیں، اور ان پر انکا اخلاقی اثر پڑے، عبارت صاف، سادہ اردو، اور بچوں کی سمجھ میں آنے کے قابل ہے، رسالہ بچوں کے لئے مفید ہے،

فہرست اردو مخطوطات، مرتبہ عبدالقادر سردری ایم لے ایل ایل بی، مطبوعہ دارالطبع جامعہ عثمانیہ

سرکار عالی حیدر آباد دکن، ضخامت ۲۲۳ صفحہ، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت درج نہیں،

اس کتاب میں کتب خانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے اردو مخطوطات یعنی اردو کی قلمی کتابوں کی فہرست درج کی گئی ہے، مثلاً پہلے مختلف عنوانات مثلاً علوم قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ قائم کئے گئے ہیں، پھر ان عنوانات کے نیچے ان تمام قلمی کتابوں کے نام لکھے گئے ہیں، جو اردو زبان میں نظم و نثر میں تصنیف ہوئیں، لیکن صرف کتاب اور مصنف کے نام ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، بلکہ مصنف کے حالات، اسکی تصنیفات کی فہرست، کتاب کی خصوصیات بھی نمایان کی گئی ہیں، اور اصل کتاب کا نمونہ بھی دیا گیا ہے، جو لوگ اردو ادبیات یعنی اردو زبان کی نظم و نثر کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے، اور گویا یہ کتنا چاہئے، کہ اردو قلمی کتابوں کی یہ پہلی علمی فہرست ہمارے ملک میں شائع ہوئی ہے،

زہر عشق، مرتبہ مخدوم گورکھپوری، ضخامت ۱۶۳ صفحات، لکھائی چھپائی عمدہ تقطیع چھوٹی،

قیمت غیر پتہ :- ایوان اشاعت گورکھپور

نواب مرزا شوق کی ثنویوں میں سب سے زیادہ مقبول ثنوی زہر عشق ہے، اگرچہ اکثر نقاد اخلاقی

حیثیت سے اسکا پایہ گرا ہوا سمجھتے ہیں تاہم زبان محاورہ اور سلاست و روانی کے لحاظ سے وہ ایک عمل
ثنوی نسیم کی گئی ہو، اور اس حیثیت سے بے مقبول ہے اس کے معمولی نسخے اگرچہ بازاروں میں مل سکتے ہیں
لیکن اب جناب بخون گورکھپوری نے اپنے ایوان اشاعت کی طرف سے اسکا ایک نہایت عمدہ ادیشن
شایع کیا ہے، ابتدا میں ۱۶ صفحات کا ایک مقدمہ ہے، جس میں خود جناب مرتب اور مولانا عبد الماجد دریا بادی
اور جناب نیاز فتحپوری کی تحریریں شامل ہیں اور ان میں ثنوی کی تمام خصوصیات پر تفصیلی بحث
کی گئی ہو، اس کے بعد سے اخیر صفحہ تک ثنوی ہے جس کے اخیر میں ایک تصویر بھی دگنی ہے جو
لوگ شاعری میں لطف زبان کے دلدادہ ہیں، ان کے لئے اس ثنوی کا مطالعہ ذوق سے خالی نہیں

سرگذشت وزیر خان لنکران، مترجمہ مولانا عبد القوی صاحب قانی ایم اے

پروفیسر فارسی لکھنؤ یونیورسٹی، مطبوعہ آسی پریس لکھنؤ، لکھائی چھپائی متوسط، ضخامت ۱۵ صفحات

یہ ایک جدید فارسی ڈرامہ کا ترجمہ ہے، جس کو مولوی عبد القوی صاحب قانی نے اس غرض
سے کیا ہے کہ اس وقت ایران میں جو جدید فارسی زبان بولی جاتی ہو، لوگوں کو اس سے واقفیت
حاصل ہو، اور اس غرض سے یہ ڈرامہ لکھنؤ یونیورسٹی کے نصاب فارسی میں داخل کر لیا گیا ہے، مترجم
نے اصل ڈرامہ کی عبارت کے سامنے اسکا بامحاورہ اردو ترجمہ کیا ہے، اور ابتدا میں مختلف قومن
اور ملکوں کے ڈراموں کے متعلق ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے، جس میں ڈرامہ کی تاریخ اور اس کے
مقاصد واضح کئے ہیں، اور اخیر میں جدید الفاظ و محاورات کی ایک فہرست بھی شامل کی ہے جو لوگ
جدید فارسی زبان سے واقف ہونا چاہتے ہیں، ان کے لئے یہ ڈرامہ نہایت مفید ہے،